بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

اللہ ببدر وانتم اذلۃ

بدر

BADR QADIAN

اخبار بدر قادیان ضلع گ[ورداسپور]

خریدار نمبر ۱۲۱ ۔ بخدمت مالک کارخانہ مرہم عیسیٰ چراغ دین صاحب

[گ]ورداسپور ۔ رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۹۰

[بخدمت] حکیم محمد حسین صاحب [قریش]ی لنڈا بازار برمکان میاں [بخ]ش لاہور

نمبر ۱۸ ۔ سلسلۃ القدیم جلد ۵

نمبر ۱۸ ۔ سلسلۃ الجدید جلد ۲

۸ ۔ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۳ مئی ۱۹۰۶ء

روز جمعرات

ایڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہ

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ۔ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ای جہان منتظر خوش باش کاں مرد ستان ۔ آں مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمام جماعت احمدیہ کیلئے اعلان

چوں کہ ڈاکٹر عبد الحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ مین داخل تھا ۔ نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اور ان باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کین منہ پھیر لیا ۔ بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی دکھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ ور کے کسی کی زبان اور قلم سے نکل نہیں سکتے اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھکو ایک حرام خور اور بندۂ نفس اور شکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانیوالا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے پیروں کے نیچے پامال کرنا چاہا ۔ اور بہت سی ایسی گالیاں دیں ۔ جو ایسے مخالف دیا کرتے ہین ۔ جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ پیش گوئیاں جن پر ناز کیا جاتا ہے ۔ کچھ چیز نہیں ۔ مجھکو ہزارہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں ۔ جو پوری ہو جاتی ہین ۔ غرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزاری کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جس طرح اپنی ناپاک بدگوئی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے ۔ ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کے لئے اس اشتہار مین گنجائش نہین ۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی غرض سے جھوٹ بھی پیٹ بھر کے بولا ہے مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگو لوگوں کی کچھ پروا نہیں کیونکہ اگرچہ جیسا کہ مجھے اس نے دغاباز ۔ حرام خور ۔ مکار ۔ [illegible] اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے ۔ اور طریق اسلام اور دیانت اور پیروی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر سمجھ کے ثابت کرنا چاہا ہے اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے مُضر ٹھہرایا ہے بلکہ مجھے محض شکم پرور اور دشمن اسلام قرار دیا ہے اگر یہ باتیں سچ ہیں تو میں اُس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست مین ہی مرتا ہے ۔ لیکن اگر یہ باتین خلاف واقعہ ہیں ۔ تو میں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑے گا جو مرید ہو کر اور پھر مرتد ہو کر اس درجہ تک پہونچگیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے والے جیسے چوہڑے اور چمار (جو شکم پرور کہلاتے ہین اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے) ان کی مانند مجھے بھی محض شکم پرست اور بندۂ نفس اور حرام خور قرار دیتا ہے ۔ اب مین ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا [اور خدا کی] قدرت کا منتظر ہوں اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں ۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ مالا تعلمون۔

اب چوں کہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمرو بن ہشام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور جان کا دشمن تھا ۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہون کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر لیں اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت مین سے نہیں ہوگا ۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ۔ آمین آمین آمین!

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور

کاتبہ عاجز محمد حسین احمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بدر مسیح

۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۳۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء

خدا تعالیٰ کی تازہ وحی

۲۷۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء۔ (۱) ربّ لا تضیع عمری و عمرہا واحفظنی من کلّ آفۃ ترسل الیّ

ترجمہ۔ اے رب میری اور اس کی عمر کو ضائع نہ کریو اور مجھے ان تمام آفات سے محفوظ فرمائیو۔ جو میری طرف بھیجی جاویں۔

(۲) انّہ نازل من السماء ما یغنیک

ترجمہ۔ تحقیق خدا آسمان سے وہ چیز اتارنے والا ہے جو تجھے غنی کر دے گی۔

(۳) اریک ما یرضیک

ترجمہ۔ تجھے وہ چیز دکھلاؤں گا۔ جو تجھے خوش کر دیگی۔

(۴) عندی حسنۃ ھی خیر من جبل۔

ترجمہ۔ میرے پاس بھلائی ہے۔ جو پہاڑ سے بہتر ہے۔

(۵) الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

ترجمہ۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

(۶) "آسمان سے دودھ اترا ہے۔ محفوظ رکھو۔"

۲۸۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء۔ (۱) "تیری خوش زندگی کا سامان ہو گیا ہے"

(۲) اللہ خیرٌ من کل شیءٍ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے بہتر ہے۔

۲۹۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء۔ (۱) "دشمن کا بھی ایک وار نکلا"

(۲) وتلک الایام نداولہا بین الناس۔

ترجمہ۔ یہ دن (خوشی و غم یا فتح یا شکست کے) ہم نوبت بہ نوبت لوگوں میں پھیرا کرتے ہیں

ہفتہ قادیان

دار الامان

۱۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام بمعہ خاندان رسالت بفضل خداوند کریم خیریت سے ہیں اور حسب معمول ظہر اور عصر کی نمازوں میں باہر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

۲۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب اور دیگر تمام بزرگان ملت خیریت سے ہیں۔ مولوی صاحب ہر روز حسب معمول بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں درس قرآن شریف دیتے ہیں۔ مولوی محمد احسن صاحب اپنے کام تصنیف میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

ویسے تو حضرت مولوی نور الدین صاحب حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے امامت کراتے ہیں لیکن چونکہ خدا کے فضل سے خود اپنے قادیانی احباب بھی اس قدر کثرت سے ہیں۔ کہ ایک مسجد میں سما نہیں سکتے اور پھر جمعہ کے روز دیہاتی لوگ بھی کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے بحکم حضرت اقدس مولوی نور الدین صاحب مسجد اقصےٰ میں نماز جمعہ پڑھاتے ہیں۔ اور خود حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام چھوٹی مسجد میں بامامت حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ ایک خطبہ میں حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے وعظ میں ایک لطیفہ بیان فرمایا۔ جو مجھے بہت پسند آیا۔ اس لئے وہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ جہاں قرآن شریف میں حضرت موسےٰ علیہ السلام اور ساحروں کے مناظرہ اور مقابلہ کا ذکر ہے۔ وہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ الفاظ کہہ کر آخر کو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ قالوا آمنا بربّ ھارون وموسیٰ یعنی کہ ہم حضرت ہارون اور موسےٰ کے ربّ پر ایمان لائے مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام مقدم اور ہارون کا نام موخر آنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ افضل پیغمبر تھے اور حضرت ہارون ان کے مدد تھے۔ لیکن ان کے برخلاف کہنے کی یہ وجہ تھی اور اس میں یہ لطیفہ تھا کہ چونکہ فرعون اپنے آپ کو ربّ کہلاتا تھا اور یہی دعوےٰ کیا تھا کہ میں حضرت موسےٰ کا بھی ربّ یعنی پرورش کنندہ ہوں۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اس نے کہا کہ الم نربّک فینا ولیداً یعنی کہ کیا ہم نے تیری بچپن میں ربوبیّت نہیں کی تھی۔ پس اس قول سے انھوں نے اس کے اس قول کو اور اس کے ربّ ہونے کو باطل کر دکھلایا کیونکہ اگر وہ یہ کہتے۔ کہ ہم حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون کے ربّ پر ایمان لائے تو ممکن تھا۔ کہ وہ بے وقوف یہ سمجھتا۔ کہ موسےٰ کا رب ہونے کا تو میں ہی دعوےٰ کرتا ہوں۔ پس مجھ پر یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اس کے برخلاف کہہ کر اس کو اور اس کے دل کو آگ لگا دی اور اس کی تمام کوششوں کا شیرازہ جو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں کرتا تھا۔ ادھیڑ دیا۔ کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ اس ربّ پر ایمان لائے ہیں۔ جو حضرت ہارون اور موسیٰ علیہم السلام کا ربّ ہے اور تیری ہم کچھ بھی پروا نہیں کرتے۔ خواہ تو ہمیں کیسا ہی عذاب دے۔ کیونکہ تیرا عذاب صرف اسی دنیا یعنی ہماری زندگی سے ہی وابستہ ہے لیکن آخرت کا عذاب بڑا اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پس ہم خدا کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ بہت عمدہ لطیفہ ہے اور اس سے فرعون کے ربّ ہونے کا پورا پورا ابطال ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کا یہ خطبہ خدا کی جناب میں بہت مقبول ہوا کیونکہ اس خطبہ کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا۔ انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔

۳۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب بھی خدمت دین میں مشغول اور مصروف ہیں۔ آپ کا خدمت دین بجالانا ہر ایک کے لئے قابل رشک ہے۔

۴۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے احمدی قوم کے لئے ایک اور بڑا خوشی کا موقع عطا فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امسال تعلیم الاسلام سے پانچ لڑکے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں شامل ہوئے ہیں۔ ان میں سے تین کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ نتیجہ دیگر مدارس کی نسبت بہت ہی عمدہ ہے۔ کل لڑکے ۳۵۰۰ کے قریب شامل ہوئے ہیں جن میں سے ۱۲۰۰ کے قریب پاس ہوئے ہیں۔ یہ بھی خدا کا شکر بجالانے کا ایک موقع ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جہاں اپنے پاک سلسلہ کی تائید میں اور نشان دکھلاتا ہے وہاں ایک یہ بھی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

خاکسار محمد نصیب احمدی۔

ریویو

کاشف الرموز موجز القانون کی فارسی ایک شرح ہے جس کا پہلا حصہ طبع ہو کر شائع ہوا ہے۔ مصنف صاحب کے منشا اور خود شرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ چار جلدوں میں یہ شرح ہوگی۔

موجز القانون ایک درسی مشہور کتاب ہے۔ بے ریب طب یونانی کے طلبۃ العلم کو اس کی ضرورت ہے۔ لاہور چہ[illegible] بازار۔ مکان حکیم احمد دین مصنف شرح خلف الرشید حکیم اللہ دین صاحب مرحوم جو ایک مشہور اور فرد طبیب لاہور کے تھے سے ایک روپیہ پر ملسکتی ہے۔

نور الدین از قادیان

بدر منشور

۸ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۰۶ء

درس قرآن شریف

پارہ ۲۶ رکوع ۱۱

(سلسلہ کے واسطے دیکھو اخبار ۱۳ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۰۶ء)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔

ترجمہ۔ بے شک ضرور اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ مومنوں سے جبکہ وہ تجھ سے بیعت کرتے تھے۔ درخت کے نیچے پس جانا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس ان پر تسکین نازل کی۔ اور انہیں ثواب عطا کیا ایک فتح نزدیک کا اور بہت سی غنیمت عطا کی جسے وہ لیں گے اور ہے اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا۔

لقد کا لفظ بہت تاکید کا اظہار کرتا ہے۔ اس لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ اس وقت جو اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں شامل ہوئے تھے اور ان کی تعداد ... تھی ان سب سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ سب سچے مومن تھے۔ یہ آیت ان لوگوں کے عقائد کی خوب تردید کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی یا ایک دو ان کے ساتھیوں کے سوائے باقی سب منافقوں کا گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوا تھا۔ اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں اپنی رضامندی کا ایسا اعلیٰ سرٹیفکیٹ ان کو کیوں عطا فرماتا۔ اس جگہ چودہ سو اصحاب کے سچے مومن ہونے اور ان پر الطاف نازل ہونے کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے اور ان کے مومن ہونے کے چار دلائل اس وقت بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) ان پر سکینت نازل ہوئی۔ صلح حدیبیہ پر جو شرائط مقرر ہوئے وہ اگرچہ بظاہر مومنوں کے واسطے خوش کن نہ تھے تاہم ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک انشراح ان کی قبولیت کے واسطے پیدا کیا۔

(۲) وہ فتح قریب کے وارث ہوئے۔ بہت جلد ان کو ایک بڑی فتح کا وعدہ دیا گیا اور وہ وعدہ انہیں پر پورا ہوا۔

(۳) مغانم کثیرہ کے وہ مالک ہوئے۔ حسب وعدہ خداوندی بہت مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا۔

(۴) آئندہ بھی مغانم کثیرہ ان کو وعدہ دیا گیا جیسا کہ اگلی آیت وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ سے ظاہر ہے۔

فتح قریب سے مراد فتح مکہ ہے اور اس سے پہلے ایک فتح فتح خیبر کی بھی ہوئی۔ غزوہ خیبر ۷ ہجری میں ہوا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللّٰہ اکبر خربت خیبر۔ اور انہیں ایام میں فدک والوں نے نصف مال دے کر صلح کر لی تھی۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وعدہ دیا ہے بہت سی غنیمتوں کا پس جلدی دی تم کو یہ غنیمت۔ اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روکے تاکہ نشانی ہو مومنوں کے واسطے اور تاکہ تمہیں سیدھی راہ دکھاوے۔

كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ یعنی اہل مکہ کو اس بات سے روکے رکھا کہ تمہیں ایذا پہنچائیں اور بالآخر تمہیں ان پر فتح عطا فرمائی یہ ایک نشان ہوا جس سے مومنوں کے ایمان میں ترقی ہوئی کیونکہ ایک چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق بڑی ترقی عطا فرمائی اور ہنوز وہ جماعت چھوٹی ہی تھی کہ اسے کثیر التعداد دشمنوں پر فتح دی اور انہیں ایسے راہ پر چلایا جس سے وہ کامیاب ہوئے اور ان کے دشمن ذلیل و خوار ہوئے اور ہلاک ہوئے۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۔

اور تمہیں اور نعمتیں عطا کی ہیں جن پر تم قادر نہ ہوئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس پر احاطہ کر لیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے یعنی ابھی ان دشمنوں پر تم فتح نہیں پا سکتے مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو تمہارے شامل حال ہوگا تمہیں فتح دیگا اور بڑے بڑے دشمنوں کو مغلوب کر دیگا کیونکہ خدا کی قدرتیں ہر شے پر محیط ہیں۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔

اور اگر جنگ کریں کافر تمہارے ساتھ تو وہ ضرور پیٹھ پھیر جائیں اور پھر کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ پائیں۔ کافر اور مشرک بزدل ہوتا ہے۔ مومن کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ضرور مومن کے مقابلہ میں اس کو شکست دیگا اور نیچا دکھائیگا۔ اس میں ایک پیشگوئی ہے کہ کفار جب مغلوب ہو جائیں گے تو کوئی ان کا یار اور مددگار نہ ہوگا اور وہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔

ترجمہ۔ یہ قانون الٰہی جو پہلے سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ اور قانون الٰہی کو تو کبھی بدلا ہوا نہ پاوے گا یعنی خدا تعالیٰ نے جو پیشگوئی کی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی ہمیشہ سے خدا کے نبی فتحیاب اور کامیاب ہوتے چلے آئے ہیں اور ان کے مخالف اور دشمن مغلوب اور ہلاک ہوتے رہے ہیں اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بعض لوگ نادانی سے اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ معجزات کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ کوئی امر خلاف قانون قدرت نہیں ہو سکتا۔ سو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ معجزات قانون الٰہی کے برخلاف نہیں ہوتے بلکہ وہ بھی عین قانون الٰہی ہوتے ہیں جس سے انسان ناواقف ہے۔

اخبار بدر ایک لاکھ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اخبار بدر نے جس طریق میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات کا بیڑا اٹھایا ہے ان کو ایسی خوش اسلوبی سے نباہ رہا ہے کہ عام طور پر اس کی قبولیت چاروں طرف بڑھی چلی جاتی ہے لیکن جس باذاق قوم کا یہ آرگن ہے۔ اس کی شان تقاضا کرتی ہے کہ ایسا اخبار لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو۔ ہمکو اللہ تعالیٰ کے فضل پر بڑا بھروسہ ہے کہ اس بات کو پورا کرنے کے لئے وہ اس برگزیدہ قوم کے دلوں میں بدر کے لئے دن بدن زیادہ محبت اور قبولیت ڈالے گا۔ ہماری قوم بڑی قدردان قوم ہے اور اپنے امام مسیح و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء کو پورا کرنے میں دل و جان سے ہمیشہ طیار رہتی ہے ہم کبھی مایوس نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اخبار حضرت ممدوح کے حکم کو اپنے اجراء کی زندگی سمجھتا ہے اور حضور علیہ السلام بارہا اس کی اشاعت کی توسیع کیلئے خواہش ظاہر فرما چکے ہیں آپ کے منہ کی باتیں کبھی ضائع نہ ہوں گی۔ ہم کو کامل یقین ہے کہ احمدی قوم اپنے امام کی خواہش پوری کرنے میں بدل و جان کوشش کر رہی ہے۔

ان دنوں میں مولوی محمد یمین صاحب داتوی نے دلی محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے الفاظ میں تحریک پیش کی ہے کہ بدر کا ایک پرچہ ایک لاکھ چھپا یا جاوے۔ فی الواقعہ ایک ایسی تجویز ہے کہ جس کی طرف ہر ایک احمدی برادر کو توجہ کرنی چاہیئے اتنی بڑی عظیم الشان قوم کا پرچہ ایک لاکھ نکلنا کچھ مشکل بات نہیں پھر خصوصاً جہاں تبلیغ اور اشاعت کے لئے جان و مال قربان کرنے پر ہر متنفس تلا ہوا ہو جو پرچہ اس کا ایک لاکھ نکلیگا اس کے مضامین کا خاص اہتمام اور التزام کیا جائیگا جس میں اکثر ایسے مضامین ہی ہوں گے جو حضرت مسیح موعود اور حکیم الامۃ اور دیگر بزرگان ملت کی قلم سے خاص طور پر اس پرچہ کے لئے لکھے ہوئے ہونگے۔ اگر احمدی قوم ذرا توجہ کرے تو بدر کا ایک لاکھ پرچہ نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ اس کے دو ہی ذریعے ہیں ایک یہ کہ اشتہارات اور ضمیموں کے ذریعے سے اس کی اعانت کیجاوے اور دوسرے بطور اعانت اس کے لئے ڈونیشن دئے جاویں چنانچہ یہ سلسلہ بفضل خدا شروع ہو گیا ہے اور سب سے پہلے اس تحریر میں جناب میاں

ایک خط کا جواب

شیعہ اور سنیوں میں فیصلہ کی راہ

(از محمد سرور)

جناب غلام باقر خان صاحب ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپکے دوازدہ اعتراضوں میں سے اکثر وہی ہیں جو کہ مذہب تشیع کے ہمرنگ ہیں ۔ اور شیعہ سنیوں کے صدہا سالہ جنگ کا مرکز اور ان کے غور و فکر اور تیز رو قلموں کا جولانگاہ رہے ہیں اور فریقین نے ایک دوسرے کی تردید میں جو انبار در انبار کتابیں اس وقت تک تحریر کی ہیں ان کا اصل موضوع یہی رہے ہیں لیکن تاہم روز اول کا مصداق ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا فیصلہ کی اصل راہ پر قدم نہیں مارا یا تعصب کے تنگ و تاریک گڑھے سے قدم باہر نہیں نکالا ۔ فیصلہ کی اصل راہ خدا کی محفوظ جامع محکم کتاب سے ملسکتی تھی ۔ جو کہ سب اقوام کے ما ھم فیہ مختلفون میں فیصلہ کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے لیکن ایک فریق نے جب محسوس کر لیا کہ اس کا فیصلہ میرے خلاف ہے تو اس نے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اور ان علینا جمعه و قرآنه ۔ کو پس پشت ڈال کر اس کو بزعم عثمانی اور غیر محفوظ محرف و مبدل قرار دیکر اعتبار کے منصب سے گرا کر بنا فیصلہ ان اخبار و آثار پر رکھدی جو کہ انسانی دست مال ہونے سے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا کے مصداق ہونے کے علاوہ اپنی صحت و سقم اور اعتبار و بے اعتباری کا کلی سہارا چند انسانوں کے خود ساختہ قوانین مختلف فیہا پر رکھ کر ظن کے پہلو کو دوبالا کرتی ہیں اور چونکہ اختلاف مذکور کی ابتدا ان ہی سے شروع ہوئی تھی اور بخلاف کتاب اللہ کثرت اختلاف ان میں موجود تھا اور خود غرضوں نے اس کا ذخیرہ اور بھی زیادہ کر دیا تھا تو جب زیادہ بنیاد ان پر بنا کی گئی تو بجائے فیصلہ کے مزید اختلاف کا موجب ہوئیں ۔ فریق ثانی بھی چونکہ حدیث کو قرآن مجید پر قاضی تسلیم کرتا تھا ۔ لہذا اس نے بھی ایک ایسی حدیث کے رعب میں آکر (جو کہ ان علینا جمعہ کے مخالف ہونے سے یقیناً قابل رد تھی) اور چالاک حریف کی چالاکی کا ڈالا ہوا دانہ دام تھی) حضرت عثمان کو جامع القرآن تسلیم کر کے حریف کے باریک در باریک منصوبہ کی جال میں ایسا پھنسا کہ قرآن مجید کو حکم ماننے اور منوانے کی جرأت نہ کر سکا ۔ فریق اول نے اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ایک داؤ یہ بھی کھیلا کہ چند متشابہات کی خود ساختہ تاویلوں سے تمسک کر کے فریق ثانی کو ان کی جواب دہی میں مشغول کر کے فیصلہ کن محکمات سے اس کی توجہ کا رخ بدل دیا ۔ اس میں شک نہیں کہ سارے نزاع کی جڑ خلافت کا مسئلہ ہے اور وہ بھی خلافت نبوت کا ۔ دنیا کی سب خلافتوں اور نیابتوں پر غور و فکر کرنے سے ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ نبوت اور خلافت نبوت میں مدارج کے لحاظ سے خواہ کچھ ہی فرق کیوں نہ ہو لیکن اس امر میں یہ دونوں برابر ہیں کہ جو اصل کے لئے حق انتخاب رکھتا ہے وہی خلافت کے لئے انتخاب کرنے کا مجاز ہوگا اور جو اصل کے لئے انتخاب کا اختیار نہیں رکھتا وہ خلافت کے لئے انتخاب کرنے کا مجاز ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس میں بھی کہ جو طریق تحصیل اصل کیلئے مقرر ہے ۔ وہی خلافت کے لئے بھی ہونا چاہیئے اور جو اصل کے لئے نہیں وہ خلافت کے لئے بھی نہیں ہو سکتا ۔ سنت اللہ پر نظر کرنے سے صاف صاف ثابت ہے کہ نبوت کے لئے انتخاب کرنا خدا کا کام رہا ہے اور کسی مخلوق کو اس انتخاب میں ہرگز دخل نہیں ہوا اور کتاب اللہ کی شہادت بھی یہی ہے ۔ فرشتوں نے جب آدم کے انتخاب پر اتجعل فیہا من یفسد فیہا الخ کہا تو یہی جواب ملا کہ انی اعلم ما لا تعلمون ۔ اور آنحضرت کے انتخاب پر جب اہل کتاب نے نبی اسرائیل سے نہ ہونے کا اعتراض کیا تو بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علیٰ من یشاء من عبادہ ۔ نازل ہوا اور جب کسی نے علیٰ رجل من القریتین عظیم کہا تو جواب دیا ۔ اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا الخ اور یہ کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ بلکہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت سے لیکر آدم تک جب خدا نے کسی نبی کا انتخاب کیا ہے تو مخلوق کے بعض افراد نے انتخاب الٰہی میں اپنے انتخاب کے دخل دینے سے ٹھوکر کھائی ہے ۔ ہاں جو سعید تھے ۔ وہ فرشتوں کی طرح لا علم لنا کہ کر سجدہ اطاعت بجا لائے پر جو شریر تھے ۔ وہ ابلیس کی مانند انا خیر منہ کہ کر اپنی بات پر پکے رہے اور خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن گئے ۔ طریق حصول بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبوت فضل ہے پس خدا جس بندے کو چاہتا ہے دیدیتا ہے اور ارث اور وصیت کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہے اور نہ قرابت قریبہ کا اس میں کچھ اعتبار ہے ورنہ تو بہت سے انبیاء کی نبوت سے انکار کرنا پڑیگا کہ جن کے حق میں نہ وصیت ہے اور نہ ان کو حق ارث کا استحقاق ہے اور نہ قرابت قریبہ رکھتے ہیں ۔ جیسے حضرت ابراہیم ۔ حضرت موسیٰ ۔ حضرت مسیح ۔ آنحضرت ۔ جب اصل میں قرآن مجید اور سنت اللہ کا یہ فیصلہ صاف صاف موجود ہے تو پھر خلافت کا فیصلہ اسی کے مطابق ہونا چاہیئے یہ ہمارا قیاس ہی نہیں بلکہ قرآن مجید اور سنت اللہ نے خلافت کے متعلق صریح طور پر یہی فیصلہ دیا ہے ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ۔ الخ یہاں پر خداوند کریم نے صاف فرما دیا ہے کہ آں حضرت کے سب خلفاء میں خود بناؤں گا اور نہ اس آیت میں ہے اور نہ کسی اور میں کہ آپ کے خلفاء قاعدہ ارث یا وصیت وغیرہ ہماسے خلیفہ بنینگے ۔ بلکہ اس آیت میں یہ بتا دیا کہ بناؤں گا بھی اسی طرح کہ جس طرح ہم نے پہلوں میں سے بنائے تھے اس کے مطابق جب ہم پہلے خلفاء کی نسبت سنت اللہ کو دیکھتے ہیں ۔ تب بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ خود خلفاء و ائمہ بناتا رہا ہے اور ہمیں کوئی ایک خلیفہ بھی پہلوں سے ایسا نہیں ملتا کہ جس کی نسبت اصل (نبی) نے وصیت کی ہو پھر کسی ظالم منافق نے اس وصیت کو پورا نہ ہونے دیا ہو بلکہ زبردستی خود مسند خلافت پر بیٹھ کر کامیاب ہوا ہو پھر اس کے مرنے پر ایک اور غصب کر کے کامیاب ہو پھر اسی طرح اس کے بعد تیسرا اور پھر تیسرے کے بعد اصل وصی کی نوبت آئی ہو اور مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی پھر بغاوت اور فتنہ برپا ہو گیا ہو ۔ پس جب اصل (انبیاء) پر نظر کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ بنانا خدا کے انتخاب اور اس کے بنانے پر مبنی ہے اور وراثت یا وصیت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے اور کما استخلف الذین من قبلہم کے مطابق پہلے خلفاء پر نظر کرنے سے بھی یہی ثابت ہے تو اب ہم نے اسی قدر دیکھنا ہے کہ خدا نے کس کو بنایا ہے کیونکہ ایسا تو نہ کبھی ہوا ہے کہ خدا نے ایک کو نبی یا خلیفہ بنایا ہو اور کوئی ظالم خدا پر غالب آکر اس کو خلیفہ نہ بننے دے بلکہ خود مسند خلافت پر بیٹھ جائے اور نہ خدا کی قدرت پر نظر کر کے ایسا ہونا ممکن تصور ہو سکتا ہے ۔ پس ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا نے جس کو خلیفہ بنانا تھا وہی بنا ہوگا نہ اور ۔ اور فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکر رضی خلیفہ ہوئے اور ان کے بعد حضرت عمر رض اور ان کے بعد حضرت عثمان ۔ ہاں ایک فریق یہ کہتا ہے کہ ان تینوں نے خلافت غصب کی تھی لیکن چونکہ سلسلۂ انبیاء پر نظر کرنا اور سلسلۂ خلفاء امم سابقہ پر غور و فکر کرنا اور کتاب اللہ اور سنت اللہ ثابت کرتے ہیں کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے اور یہ بھی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ خدا ایک کو اپنے وعدہ کے مطابق اپنے نبی کا خلیفہ بنائے اور ایک ظالم زبردستی اس کو غصب کر لے پھر علاوہ بریں کامیاب بھی ایسا ہو کہ خلیفہ برحق کو بھی اپنے وقت میں وہ کامیابی نصیب نہ ہو ۔ لہذا وہ غاصب نہیں بلکہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ ہی ہیں ہاں انبیاء و خلفاء اور سنت اللہ و کتاب اللہ پر نظر کرنے سے یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انبیاء اور پہلے خلفاء کے انتخاب پر نکتہ چینی اور اعتراض ہوئے ہیں اسی طرح یہاں پر بھی ہوں سو اس ضرورت کو غاصب کہنے والوں نے پورا کر دیا ۔ خداوند کریم نے اپنے بنائے ہوئے خلیفوں کی علامتیں بھی آیت مذکورہ کے بعد بیان فرمائی ہیں اور وہ یہ ہیں ۔ ۱ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ۔ ۲ ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا ۔ ۳ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ۔ اور یہ تین ہی علامتیں تینوں میں ایسی اعلیٰ اور اکمل پائی گئی ہیں کہ جس طرح آں حضرت کی کامیابی کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں ملتی ۔ اسی طرح ان تینوں باتوں میں ان تینوں کی مثال پہلے خلفاء میں نہیں ملتی ۔ ہاں چوتھے خلیفہ حضرت علی میں یہ ضروری علامتیں کمزور کیا بلکہ قریباً ایسی ہی مفقود تھیں جیسی کہ بعض ضروری باتیں حضرت مسیح میں مفقود تھیں پر اس کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ خدائے علیم جانتا تھا کہ ان کے اتباع نے ان کی شان میں غلو کر کے ان کو خدا کا شریک بنانا ہے لہذا خدائے علیم نے ان کو ان کے ہم جنسوں سے بھی بہت کچھ گرا کر رکھا تاکہ یہ کمی ان کے غلو کے لئے

دائمی جزیہ رہے۔ پس جس طرح حواریوں اور شیعان علی کی وفاداری نتیجے کچھ ان صاحبان کو ملا ہے وہ دنیا پر روشن اور آپ کے کلام سے ثابت ہے۔ اسی طرح ان کی محبت سے ان دونوں صاحبوں کو جو ملا ہے وہ یہ ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے ہم جنس انسانوں کی ہمسری سے بھی گرے جاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان علامات کے بعد یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ اگر ہم کسی کو خلیفہ بنائیں اور دین مرضی کی تمکین بھی اس کے لئے کرکے اس کے من جانب اللہ ہونیکی ہم شہادت دیں پھر تبدیل خوف بالامن کرکے دوسری شہادت دیں۔ اور باوجود کامیابی اور بے خوف وخطر ہونے کے پھر بھی وہ اپنی عملی حالت سے اپنے مخلص بندہ ہونے کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دے اور کوئی پھر بھی اس کو خدا کا بنایا ہوا خلیفہ نہ تسلیم کرے۔ بلکہ اس کو منافق ظالم غاصب قرار دے تو اس کا کیا حکم ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون۔ علاوہ بریں خلفاء ثلثہ کو غاصب اور ان کے ہم مشربوں اور مددگاروں کو منافق تسلیم کرنے سے اول تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ سب انبیاء سے ناکام و نامراد ترین نعوذ باللہ من ذالک آنحضرتؐ تھے جو کہ سید ولد آدم اور افضل الرسل اور خاتم النبیین ہیں کیونکہ نظیر کے لئے ایسا کوئی رسول نہیں ملتا کہ جس کی اس قدر لمبی اور سر توڑ کوشش کا نتیجہ ہوا ہو کہ مومن تو دس بیس ہوں اور منافق ہزاروں اور پھر منافق ہو کر زبردست بھی ایسے کہ نہ زندگی میں نبی کو اپنے حسب منشاء رکھیہ کرنے دیں حتیٰ کہ حق دار وصیت کے حق میں وصیت تک بھی نہ لکھنے دیں اور نہ اس کی وفات کے بعد اس کے یا اس کے وصی برحق کے ارادے پورے ہونے دیں حتیٰ کہ قبر میں بھی اس کو دم نہ لینے دیں اور اس کے وصی برحق سے خلافت غصب کرکے اور اس کے جگر گوشہ کو قسم قسم کے دکھ دیکر قبر میں بھی اس کے پہلو بہ پہلو جا پاؤں پسار دیں جبکہ وہ غاصب آنحضرتؐ اور آپ کے وصی برحق اسد اللہ الغالب مولیٰ مشکل کشا پر غالب تھے تو پھر اس نظارہ کو دیکھ کر کیوں کر یہ امید ہو سکتی ہے کہ وصی برحق کی اولاد سے کوئی مہدی کامیاب ہو گا اور ان بہادر غاصبوں کی ذریت اس سے غصبت کریگی۔ دوم یہ کہ قرآن مجید کی ان سب آیات کی تکذیب کرنی یا ماننی پڑتی ہے جو لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم ولعنہم اللہ۔ ونحن نتربص بکم ان یصیبکم اللہ بعذاب من عندہ او بایدینا۔ وان یتولوا یک خیرا لہم وان یتولوا یعذبہم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ وما لہم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ کی طرح صاف بتاتی ہیں کہ منافقوں کے لئے خداوند تعالیٰ نے دنیا میں بھی ذلت اور لعنت اور عذاب مقرر کیا ہوا تھا بلکہ جس طرح کفار کی تباہی کے انتظار کا حکم اہل اسلام کو دیا گیا تھا۔ اسی طرح منافقوں کے نسبت بھی حکم تھا اور یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم فرما کر جہاد میں بھی ان کو کفار کے ساتھ شریک کر دیا تھا اور خاص کر مدینہ کے منافقوں کے لئے تو خاص وعدہ تھا۔ ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم سنعذبہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔) کہ دنیا میں ان کو دو دفعہ عذاب دیا جائیگا۔ لیکن باوجود اس کے جو سب منافقوں کے سردار تصور کئے جاتے ہیں۔ نہ ان کو مومنوں کے ہاتھ سے کوئی عذاب ملا اور نہ خدا نے خود عذاب دیکر اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور نہ ان کو دنیا میں ذلت دی نہ ان سے آنحضرتؐ نے یا آپ کے سچے وصی نے جہاد کیا اور نہ ان پر یہ صادق آیا کہ روئے زمین پر ان کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ بلکہ ان سب باتوں کے بالعکس ہوا۔ عزت وہ ملی جیسکی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ عزت منافقوں سے چھینکر برائے نام بھی نہ رہے گی۔ اور اللہ کے رسول اور سچے مومنوں کو وہ عزت ملیگی۔ جو کہ ان کے مالک حقیقی کی عزت کا سکہ عرب وعجم کے دلوں پر بٹھلائے گی۔ ان کے ہاتھوں سے اوروں کو عذاب ملا ہے پر اوروں کے ہاتھ سے ان کو ہرگز کوئی عذاب نہیں ملا۔ خدا نے بجائے عذاب کے ان پر وہ فضل اور انعام کیا کہ جس کے نہ ملنے سے لاکھوں گھر دل میں اب تک ماتم قائم ہے۔ آنحضرتؐ نے ان سے جہاد نہیں کیا۔ بلکہ آپ ان کے ذریعے سے اوروں کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور آپ کے وصی نے تو بجائے جہاد خود ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی سچی اطاعت کی بجائے دوست اور مددگار نہ ہونے کے ان کے وہ دوست اور مددگار ہوئے۔ جنہوں نے دوستداران علی و محبان حسینؑ کی طرح بے وفائی کے داغ سیاہ کو بنادٹی اور مزدوری کے آنسوؤں سے دھونے یا سیاہ رومالوں سے پونچھنے یا ناکامی پر حسرتوں کی آہیں بھرنے یا ان کے بامراد اور کامیاب حریف پر تبرا بازی سے طفل تسلی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہنے دی بلکہ اپنے مال و جان اور پوری طاقت سے ان کی وہ مدد کی کہ اپنی زندگی میں ان کی فتح مندی اور کامیابی سے اپنا دل خوش اور آنکھیں سرد کر لیں۔ پس جبکہ سلسلۂ انبیاء اور سلسلۂ خلفاء اور کتاب اللہ اور سنت اللہ اور وعدہ الٰہی سے ثابت ہے کہ آپ کے خلفاء راشدین قدیر نے خود بنائے تھے اور یہ بھی کہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کی خلافت نہ کبھی کسی نے غصب کی ہے اور نہ کوئی کر سکتا ہے اور پھر باجماع کافۃ الناس یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ پھر خدا نے جو علامتیں اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کی بیان فرمائی تھیں وہ سب کی سب اہل اسلام اور غیر اہل اسلام کی متفقہ شہادت سے ایسی اکمل اور اتم طور پر ان میں موجود تھیں کہ جس کی نظیر کسی اور خلیفہ میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ پھر نفاق کے جو جو آثار کتاب اللہ نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک اثر کا بھی کوئی اثر ان میں پایا نہیں جاتا بلکہ ان آثار نفاق کے نقائص اور اضداد جو کہ کمال ایمان کے نشان ہیں۔ تواتر کے ساتھ بوجہ اتم و اکمل موجود تھے۔ تو پھر ان کے خلیفۂ نبی برحق ہونے میں شک وشبہ کی کونسی گنجائش ہو سکتی ہے۔ یا باوجود اس کے جو شخص ان کو منافق غاصب قرار دے کر ان کے خلیفہ نبی ہونے سے انکار کرے۔ تو کس طرح کوئی یہ وہم کر سکتا ہے کہ وہ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون۔ کے فتوے کا مصداق نہیں جو کہ خداوند کریم نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہوا ہے۔ پس یہ وہ سچی راہ ہے جو کہ کتاب اللہ اور سنت اللہ اور عقل سے ثابت ہوتی ہے اور جس سے یہ نزاع بآسانی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جب خلافت کا فیصلہ ہو گیا تو اب ان مطاعن کے فیصلہ کی راہ بتاتا ہوں جو کہ آثار کے خود کردہ معانی کی بناء پر خلفاء ثلثہ پر کئے گئے ہیں۔ یا ازواج النبی خصوصاً حضرت عائشہ پر کرتے ہیں مطاعن کی نسبت فیصلہ کرنے کی آسان تین راہیں ہیں۔ ملہ یہ کہ جس پر طعن کیا جاتا ہے۔ پہلے اس کے منصب پر بحث کی جائے اگر اس کا منصب وہ ثابت ہو جائے جو کہ عموماً ایسے امور سے منزہ اور پاک ہوتا ہے جو طعن میں مذکور ہیں تب یقین کرنا چاہیئے۔ کہ اس طعن کی بناء کسی افتراء یا غلط فہمی پر ہے اور اگر ایسا ثابت نہ ہو تو پھر اور طریق سے طعن کے حق یا باطل ہونے کی نسبت غور کیا جائے مثلاً جن انبیاء کی نبوت دلائل یا قرآن مجید کی تسلیم سے اہل اسلام کے نزدیک ثابت ہے اس میں شک نہیں کہ مخالف ان پر بڑے بڑے طعن بھی کرتے ہیں پر کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہیں گزر سکتا کہ شاید ان میں سے کوئی بجا ہے۔ اور نہ بجز ذب و دفع کے نفس ایمان کی لحاظ سے ان کی تحقیق کی طرف وہ متوجہ ہوتے یا ہونے کی ضرورت خیال کرتے ہیں بلکہ اس کے مخالفین کے سب طعنوں کی سب تفصیل یا جواب معلوم ہونے سے پہلے ہی اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ کہ جو طعن لوگوں نے ان پر کئے ہیں یا قیامت تک کریں گے وہ افتراء اور غلط ہیں اسی طرح حضرت علیؓ کے مخالفوں نے آپ پر بڑے بڑے طعن اور الزام لگائے ہیں۔ پر جن لوگوں کے نزدیک دلائل کی رو سے ان کا خلیفہ نبی ہونا ثابت ہے وہ جواب تو درکنار مطاعن کی تفصیل کے علم سے بھی پہلے اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ سب بیجا ہیں اور فی الحقیقت یہی ایک راہ ہے۔ جس سے اعتراضوں کا مادہ قطع ہوتا ہے ورنہ اس کے سوائے خواہ کیسا ہی کھلی جواب دے اول تو اعتراض در اعتراض ہوتا رہتا ہے اور اگر ایک اعتراض کا جواب مل گیا تو کوئی اور اعتراض پیش کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص کسی کو دلائل سے راستباز تسلیم کر لیتا ہے تو پھر اس کی نسبت اس کے اعتراضوں کا سلسلہ بالکل ختم ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے دلائل کے علاوہ ایک اعتراض کا بھی جواب نہ سنا ہو اور جو دلائل سے کسی کی راستبازی کا قائل نہیں ہوتا۔ خواہ ہزار جواب ہی

ہی کو سناؤ۔ پر اس کے اعتراضوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ عـ۲ یہ کہ ہر ایک شے کے لئے کوئی خاص اثر یا آثار ہوتے ہیں کہ اشتباہ کے وقت ان آثار سے اس کا امتیاز ہو جاتا ہے پس جس امر کے ساتھ طعن کیا جاتا ہے۔ اگر ان آثار کے لئے متضاد اور متناقض ہو جو اس شخص میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔ تو یقیناً اس طعن کی بنا کسی افتراء یا غلطی پر ہوگی کیا بلکہ ضرور ہے اور اگر متضاد اور مخالف نہ ہو تو پیرایہ اور وجوہات سے اس کی تحقیق کر لی چاہیئے۔ مثلاً قرآن مجید نے انبیاء کے آثار بیان فرمائے ہیں۔ جب اگر ایک مدعی نبوت میں وہ آثار مشاہدہ کئے گئے اور بلا اختلاف کافۃ الناس کی شہادت سے ثابت ہو گئے۔ تو اس کے بعد کوئی ایسا طعن اس کی نسبت قابل سماعت نہ رہے گا جو کہ ان آثار یا بالفاظ دیگر نبوت کے مخالف ہو۔ عـ۳ یہ کہ کسی شخص یا اشخاص یا کسی وصف یا اوصاف سے متصف کی نسبت خدائے غالب اور عالم الغیب اس طعن یا کل اس قسم کے طعنوں سے بریت کا فتویٰ دیدے یا طعن کرنے والوں کے لئے توبیخ یا وعید نازل فرما دے یا کوئی عذاب کی مثال قائم کر دے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کی نسبت فرما دیا۔ و مطہرک من الذین کفروا۔ اور یہ کہ وبکفرھم وقولھم علی مریم بہتانا عظیما۔ اور یہ کہ وامہ صدیقۃ۔ تو خدا کی بریت کے بعد پھر طعن کی گنجائش ہرگز نہیں رہتی۔ یہاں کے لئے جو خدا کی کتاب کو کتاب اللہ [illegible] کرتے ہوں۔ خلفاء ثلثہ کے مطاعن کا فیصلہ ایک نہیں بلکہ تینوں [illegible] بڑی آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ ابھی ثابت کر آیا ہوں کہ اصل اول (انبیاء اور خلفاء سابقین) کے حال کے استقراء اور قیاس سے اور کتاب اللہ اور سنت اللہ اور ان آثار سے (جو کہ اللہ علیم نے اپنے بنائے ہوئے خلیفوں کے کئے بیان فرمائے ہیں) خلفاء ثلثہ کے لئے خلافت نبوت کا رفیع منصب ثابت ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو مطاعن ان پر وارد کئے جاتے ہیں وہ خلافت کے رفیع منصب کے متضاد اور مخالف ہیں اور یہ بات دونوں فریق کے نزدیک مسلم ہے بلکہ یہ سب مطاعن اس غرض سے کئے جاتے ہیں کہ جب ان میں یہ امور تھے تو پھر وہ خلافت نبوت کے قابل نہیں یا کم از کم خلیفہ نہیں اور جواب بھی اسی غرض سے دئے جاتے ہیں تاکہ قابلیت خلافت کی نفی ثابت نہ ہو۔ تو جب خلافت مذکورہ بلا یقینی امور سے متفقہ طور پر ثابت ہو اور یہ مطاعن (کہ جن کی ساری بنا ظنی آثار متخالفہ کے مختلف معانی پر ہے) ان کے منصب خلافت کے متضاد اور مخالف ہیں۔ تو یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ سب مطاعن بیجا اور غلط ہیں۔ جیسے کہ وہ سب مطاعن غلط ہیں جو کہ باوجود متضاد نبوت ہونے کے ان انبیاء پر کئے گئے ہیں کہ جن کی نبوت دلائل یقینیہ سے ثابت ہے یا جیسے وہ مطاعن بیجا اور افتراء ہیں۔ جو کہ حضرت علی کے ثابت شدہ منصب کے متضاد اور مخالف ہیں۔ میں ہی ثابت کر چکا ہوں کہ خداوند کریم نے اپنے بنائے ہوئے خلفاء کے جو آثار بیان فرمائے ہیں یا جو آثار اس نے اپنے راستباز بندوں کے بیان کئے ہیں وہ باوجود ہم

داکمل خلفاء ثلثہ میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اور ان کے پائے جانے میں کسی موافق یا مخالف کا خلاف نہیں ہے اور منافقوں کے جس قدر آثار بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک اثر بھی ان تینوں میں موجود نہیں بلکہ ان سب کے اضداد موجود ہیں جو کہ اعلیٰ درجہ کے راستبازوں کے آثار ہیں۔ پس جب آثار خلافت ثابت ہیں اور آثار نفاق کی نفی بلکہ اضداد ثابت ہیں جو راستبازی کے آثار ہیں تو یقیناً ثابت ہوا کہ وہ سب مطاعن افتراء محض اور غلط بات ہیں جو باوجود ان آثار ثابتہ کے متضاد اور مخالف ہونے کے بعض خود غرضوں کے بنائے ہوئے آثار پر ظنی اور متخالف آثار کے خود ساختہ معانی پر مبنی ہیں۔ جیسے کہ وہ مطاعن متضاد و غلط ہیں جو کہ انبیاء کے آثار ثابتہ کے خلاف ہیں۔ افسوس کہ ہم اس [illegible] میں حضرت علی کا نام نہیں لے سکتے کیونکہ منصب خلافت کے جو آثار قرآن مجید نے ذکر فرمائے ہیں۔ افسوس کہ شیعہ اپنے [illegible] کی نسبت ان آثار کے پائے جانے کا ثبوت تو درکنار۔ ان کے مجوزہ کی شہادت سے بھی کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا کیا بالکل [illegible] نہیں کیونکہ کوئی شہادت نہیں دیتا کہ شیعہ مذہب کی تمکین ان کو ایسی دی گئی۔ جو کہ خلفاء ثلثہ کو ان کے دین مرضی کی تمکین دی گئی تھی [illegible] کہ حضرت سیدہ کے پاک روح کی خوشنودی کے لئے اپنے وقت میں فدک بھی واپس نہ کر سکے اور نہ یہ کہ ان کے لئے تبدیل خوف بالامن کما حقہ ہو گئی تھی۔ پر یاد رہے اس سے ان کی شان میں کوئی نقص نہیں عاید ہوتا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے اس کی وجہ بیان کریں گے۔

جب یہ ثابت ہے کہ خلفاء ثلثہ کے لئے وہ امور اعلیٰ درجہ کے ثابت ہو چکے ہیں جو کہ خداوند علیم نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کے نشان مقرر فرمائے تھے۔ اور قرآن مجید میں ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون صاف اور بین فتویٰ ہے کہ امور مذکورہ کے پائے جانے کے بعد جو ان کی خلافت کا انکار کریگا یا ایسے طعن کرے گا جن سے انکار خلافت منظور ہوگا یا لازم آئیگا تو وہ یقیناً کامل فاسق اور خدا کی حکم عدولی کرنے والا ہوگا۔ تو اس سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ خلفاء ثلثہ پر (امور مذکورہ پائے جانے کے بعد) جو مطاعن پیش کئے جاتے ہیں وہ سب افتراء اور غلط ہیں اور وہ خدا کی اس کھلی شہادت کے ساتھ ان سب مطاعن سے بری اور پاک ہیں اور طعن کرنے والے فاولئک ھم الفاسقون کے سچے فتوے کے ماتحت ہیں۔ پہلے انبیاء کے خلفاء پر نظر کرنے سے بھی طعن کرنیوالے خطر عظیم میں ہیں۔ قرآن مجید نے بار بار اور کثرت کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے رسولوں اور ان کے خلفاء کا انکار کیا اور ان پر طعن کئے اور اس پر خداوند کریم نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور اخروی عذاب کی وعید فرمایا یا لعنت وارد کی یا غضب کیا جس سے آنحضرت اور آپ کے ان خلفاء سے انکار کرنے والوں یا ان پر طعن کرنے والوں کا پتہ لگتا ہے کہ جن کے استخلاف کے وعدہ میں۔

کما استخلف الذین من قبلھم فرما کر قیاس کی راہ بتادی تھی اور ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون فرما کر یہ بھی بتادیا تھا کہ پہلوں کی مانند ان کے منکر اور طعن کرنے والے بھی ہوں گے جیسے کہ پہلوں کے ہوئے تھے اور وہ بھی پہلوں کی طرح فاسق ہوں گے۔ لیکن سارے قرآن مجید میں ایک شخص کا ایک بار بھی ذکر نہیں کیا کہ جس نے کسی نبی کے وصی برحق کی خلافت غصب کی ہو جیسا کہ اس کے عذاب دنیوی یا آخروی کا ذکر ہو اور نہ وعدہ استخلاف میں کوئی ایسا لفظ ذکر فرمایا کہ جس سے یہ پتہ چلے کہ خلفاء پر طعن کرنے والوں کی طرح خلافت حقہ کا کوئی غاصب بھی ہوگا۔ عذاب کا وعید تو درکنار سرے سے غاصب خلافت کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ پس جب نہ کسی پہلے غاصب خلافت کا ذکر کیا ہے اور نہ آئندہ کسی غاصب کا ذکر فرمایا ہے اور منکر خلافت اور طاعن خلفاء کا نہایت پر عبرت نظارہ پہلوں میں سے کثرت کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور آئندہ بھی ایسے لوگوں کی خبر دی اور وعید کے ساتھ دی ہے۔ حالانکہ منکر اور طاعن سے غاصب ہزار درجہ بڑا ہے تو کیا اس سے ایک عقلمند نہیں خیال کر سکتا کہ غاصب خلافت نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا اور نہ اس کا کوئی خطرہ ہے اور منکر اور طاعن ہوئے ہیں اور ہوں گے اور پہلوں پر بھی خدا کا غضب ہوا اور آئندہ پر بھی ہوگا۔ لہذا ہوشیار ہوں کہ کہیں طعن کر کے پہلوں کی طرح فاسقین میں داخل ہو کر مورد غضب و عذاب نہ ہو جاؤں۔ پہلوں کے احوال قصہ کہانی کے طور پر قرآن مجید میں درج نہیں ہوئے بلکہ عبرت کے لئے بیان کئے گئے ہیں اور وہ عبرت بھی آنحضرت کے زمانہ تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک ممتد ہے۔ ازواج النبی خصوصاً حضرت عائشہ پر جو مطاعن کئے جاتے ہیں ان کا فیصلہ بھی ان راہوں سے بڑی آسانی اور صفائی کے ساتھ ہو جاتا ہے ازواج النبی کے منصب اور آثار پر مفصل بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔ پر اس قدر آپ کو بتا دیتا ہوں کہ قرآن مجید صاف شہادت دیتا ہے کہ خلفاء نبی کی طرح ان کا منصب ہی اس امر کی دلیل ناطق ہے کہ ان پر جو طعن کیا جائے وہ یقیناً افتراء اور غلط ہے۔ سورہ نور میں جہاں پر حضرت عائشہ کی نسبت افک کا ذکر ہے۔ وہاں پر خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین۔ پھر فرمایا۔ لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ یہاں پر خداوند کریم نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ ازواج النبی اور خصوصاً عائشہ کی وہ شان ہے کہ مسلمانوں پر لازم تھا کہ نفس طعن کے سننے سے سوا کسی تحقیق اور شہادت اور قرائن کے کہدیتے کہ یہ افک مبین اور بہتان عظیم ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ ازواج النبی کا منصب ہی ایسے طعنوں کا جواب اور تردید ہے۔ ورنہ خدا کیوں فرماتا کہ مومنوں پر لازم تھا کہ سنتے ہی اس کو بہتان اور وہ بھی عظیم کہدیتے اور افک اور وہ بھی مبین قرار دیتے۔ بلکہ سبحانک بڑھانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ

کہ ازواج النبی پر ایسا طعن لگانے سے اسی قدر نہیں کہ ازواج النبی کے ثابت شدہ منصب رفیع کے خلاف ہے۔ بلکہ اس مین خدا کے قدوس پر بھی عیب اور نقص لازم آتا ہے ورنہ تو پھر سچا کہنے کا کونسا مقام تھا۔ ان سب آیات کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بے شمار۔ خدا کے قدوس پر بھی اس سے عیب لگتا ہے۔ کیونکہ آگے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔ والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولٰئک مبرؤن مما یقولون۔ یعنی جب خدا کا یہ قائم کردہ اصل اور قاعدہ ہے تو اس مسلم قاعدہ سے نفس سنتے ہی نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ عائشہ طیبہ ہے اور طیب اور طیبہ ایسے طعنوں سے بری اور پاک ہوتے ہیں۔ لہٰذا عائشہ اس سے پاک اور بری ہے اور یہ محض بہتان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس طعن کو سچا خیال کرے۔ تو اس سے لازم آئیگا کہ یا اس قاعدہ میں خدا نے غلطی کھائی ہے یا یہ کہ آن حضرت طیب نہیں اور خدا نے ان کو طیب کہنے میں غلطی کی ہے۔ لہٰذا خدا نے یہاں پر سچا کہہ کر صاف بتا دیا کہ ایسے طعن ایک ازواج النبی کے منصب یعنی طیبات ہونے کے خلاف نہیں بلکہ ان سے خدا کی قدوسیت پر بھی حرف آتا ہے پس ان آیات سے صاف ثابت ہوا کہ ازواج النبی طیبات ہیں لہٰذا ان پر طعن کرنا تو درکنار اس کو سن کر بھی اس سے صدق و یقین کا احتمال بھی ترک کرنا چاہیئے بلکہ سنتے ہی کہہ دینا چاہیئے کہ یہ افک مبین اور بہتان عظیم ہے۔ آیت تطہیر اگر کہ بطور فرض بنجتن پاک کے لئے مخصوص تسلیم کی جائے پر وہ طیبات کی طرح اعلیٰ درجہ کی پاکی اور طہارت کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ اول تو وہاں پر تطہیر ہے جو چاہتی ہے کہ پہلے ان میں کوئی ایسے امور ہوں جن کی تطہیر کی ضرورت ہو پھر وہاں پر ارادہ تطہیر ہے نہ تطہیر۔ پھر وہاں پر یرید (ارادہ کریگا) ہے نہ اراد (ارادہ کیا ہے) اور طیبات تو صاف بتاتا ہے کہ طہارت ان کی ذاتی اور خدا داد ہے۔ پس جب تطہیر والوں پر طعن جائز نہیں کہ جن کی تطہیر کا ابھی ارادہ کرے گا۔ تو ان پر طعن کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے جو کہ طیب ہیں اور ان کے طیب ہونے کی خود خدا نے شہادت دی ہے بلکہ اپنی قدوسیت اور ان کے طیب ہونے کو تلازم و ملزوم قرار دیا۔ نیز خود خدا نے طیب ہونے سے کہدیا کہ طعن سنتے ہی کہدینا چاہیئے کہ یہ بہتان ہے اب ان پر طعن کی نسبت خدا کا فتویٰ سنیئے۔ طیبات کے بعد خداوند کریم نے صاف فرمایا ہے۔ اولٰئک مبرؤن مما یقولون۔ خدا کے علام الغیب جانتا تھا کہ افک والوں کے بعد بھی ایسے ہوں گے جو کہ ازواج النبی پر ان کے طیبات ہونے کے خلاف شان طعن کریں گے لہٰذا اس نے مبرؤن کے بعد من ہذا الافک نہیں فرمایا بلکہ مما فرمایا جو کہ سب اہل زبان اور لسان شرع میں عام ہے اور قیامت تک کے طعنوں کو شامل ہے اور مما قالوا بھی نہیں فرمایا جو کہ گذشتہ مطاعن سے مخصوص ہو بلکہ فرمایا مما یقولون یعنی یہ طیب اور طیبات ان سب طعنوں سے بری ہیں جو کہ لوگ کہتے ہیں یا آئندہ قیامت تک کہیں گے اسی وجہ سے صاف فرمایا یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابداً ان کنتم مومنین[*]۔ اب آپ کے ان سوالوں کا جواب تو ہو چکا ہے جو کہ خلافت یا مطاعن خلفا ثلثہ یا مطاعن ازواج النبی کی نسبت میں لیکن میں نمبروار بھی آپ کے سوالوں کے جواب میں کچھ مختصراً لکھتا ہوں پر میں بتا چکا ہوں کہ فیصلہ کی یہی راہ ہے جو کہ میں تحریر کر چکا ہوں۔

سوال ۱۔ بعد نبی کریم خلافت منصوص من اللہ ہے۔ یا جائز بالاجماع۔ اگر منصوص من اللہ ہے تو کون حقدار ہے یا نبی کریم نے کسی کو مقرر فرمایا تھا۔ یا اجماع امت پر چھوڑ گئے

جواب۔ کتاب اللہ اور سنت اللہ اور انبیاء و خلفاء سابقین پر قیاس کرنے سے صاف ثابت ہے کہ آن حضرت کے بعد خلیفہ کا انتخاب اور تقرر خدا کا کام تھا اور خدا نے وعدہ بھی یہی فرمایا تھا کہ میں خود بناؤں گا اور بناؤں گا بھی ویسے جیسے میں نے پہلوں میں سے بنائے تھے۔ اور کتاب اللہ اور سنت اللہ اور انبیاء و خلفاء سابقین کے استقرار سے یہ بھی ثابت ہے کہ خلافت نبوت خدا جس کو دینا چاہتا ہے وہی خلیفہ بنتا ہے نہ کبھی وہ غصب ہوئی نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ تو اب ہم نے اسی قدر دیکھنا ہے کہ وعدہ الٰہی کے موافق ہوا تو کون ہوا۔ تو سب موافق اور مخالف جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ آن حضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ ہوئے اور خدا نے اپنے بنائے ہوئے خلفاء کی جو آثار و نشانات مقرر فرمائے تھے وہ بھی ان میں اکمل اور اتم طور پر سب کے سب پائے گئے جو کہ خدائے علیم کی وہ فعلی شہادت ہے جس سے سب انبیاء و رسل اور ان کے خلفاء کی نبوت رسالت خلافت ثابت ہوئی ہے جس کی نسبت خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ وارسلناک للناس رسولاً وکفیٰ باللّٰہ شہیداً۔ ہاں جب خدا نے ان کو بنانا تھا تو اس کے ظاہری اسباب بھی خداوند علیم حکیم نے مہیا کر دئیے چنانچہ کچھ تو آنحضرتؐ سے ایسی باتیں اور ایسے امور ظاہر کرا دئیے جن سے قابل اعتبار صحابہ نے یہی سمجھا کہ آپ کے بعد ابوبکرؓ ہی خلیفہ ہے یا ہونا چاہیئے اور کچھ یہ کہ خدا نے قابل اعتبار صحابہ کے دلوں کو اس پر متفق کر دیا۔ کہ وہ ابوبکرؓ کی بیعت کرلیں۔ پر ان کو خلافت دینے یا خلافت کے اثبات میں کچھ دخل نہیں۔ بلکہ دینے اور بنانے والا خدا ہے اور ثبوت اس کا ان کا ہو جانا اور خدا کی فعلی شہادت ہے اور وہ آثار ہیں جو کہ خدا نے اپنے بنائے ہوئے خلفاء کے لئے پورے کرنے کا وعدہ دیا تھا۔ اور وہ ان میں بوجہ اتم پورے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ سب موافق اور مخالف اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

سوال ۲ کا خلاصہ

بوقت رحلت جب آپ نے وصیت لکھنے کے لئے قلم دوات اور کاغذ طلب کیا۔ تو امیر عمرؓ نے یہ کہہ کر روک دیا۔ کہ اس پر غلبۂ مرض ہے اور ہذیان کہہ رہا ہے حالانکہ آپ کی شان مین ماینطق عن الہویٰ الخ وارد ہے۔

جواب۔ قلم دوات کی روایت سے تین امور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت۔

(۲) حضرت عمرؓ کا مانع تحریر ہونا۔

(۳) آنحضرتؐ کے رفیع شان کی نسبت ہتک آمیز الفاظ بولنے سے حضرت عمرؓ کا نفاق ظاہر ہونا۔ امر اول کی نسبت تو بیان پر کوئی اشارہ کنایہ بھی نہیں نہ اس میں خلافت کا ذکر ہے نہ اس کے متعلق وصیت کرنے کا ذکر ہے اور نہ حضرت علیؓ کا یہاں نام ہے بلکہ حضرت عمر کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر آنحضرتؐ کا خاموش رہنا اور تحریر کا ارادہ فسخ کر دینا یہ بھی صاف قرینہ ہے کہ آن حضرت یہی تحریر کرانا چاہتے تھے۔ نیز آنحضرتؐ کی بعثت اور قرآن مجید کی تنزیل کی اصل غرض تو یہی تھی کہ لوگ ہدایت پر قائم ہو جاویں اور ضلالت سے بچ جاویں اور عقل بالکل باور نہیں کر سکتی۔ کہ جس بات کے ساتھ ضلالت سے دائمی نجات ملتی ہو خدا اس کے بیان کرنے سے بخل یا قصور کیا ہو یا اس کے نزول سے پہلے اس نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یا لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کی صدا بلند کی ہو۔ لیکن اس کتاب میں کوئی ایسی آیت نہیں کہ جس کے یہ معنے ہوں کہ علی کو اگر خلیفہ مان لوگے۔ تو پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ہاں اس میں اگر ہے تو یہ ہے کہ اگر قرآن مجید سے تمسک کروگے تو تم گمراہ نہ ہوگے پس اس سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو قرآن مجید کی اتباع کی وصیت تاکید کی غرض سے لکھواتے تھے۔ جیسی کہ انبیاء کی شان ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ووصیٰ بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب یٰبنی ان اللّٰہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ الخ پس اگر آپ کے اور ہم جنسوں کی وصایا پر نظر کی جائے۔ یا خاص اس کی وصیت کو مد نظر رکھا جائے۔ جو ابو الانبیاء ہے اور اس کی اسوہ حسنہ مامور بہ ہے تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ وصیت اتباع قرآن کی نسبت تھی۔ جو کہ آپ کا ورثہ تھا۔ انسان اسی چیز میں وصیت کرتا ہے جو اس کا ورثہ ہوتا ہے اور شیعہ سنیوں کی متفق علیہ حدیث ہے کہ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں اور یہ کہ ان کا ورثہ درم و دینار نہیں ہوتے بلکہ علم ہوتا ہے اس سے بھی قرآن مجید ہی کی نسبت یہ وصیت ثابت ہوتی ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ خلافت کی نسبت تھی تو یہاں پر تعین خلیفہ کی نسبت ہرگز نہیں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہی لکھواتے ہوں کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے۔ پس جس کو خدا بناوے اس کا انکار نہ کرنا اور چونکہ ان سب باتوں کیلئے قرآن مجید کافی تھا لہٰذا آپ نے حضرت عمر سے حسبنا کتاب اللہ سنکر اس ارادہ کو فسخ فرما دیا اور اگر۔۔۔

[*] نوٹ۔ مومن نام بتانے والوں کیلئے۔ "ان کنتم مومنین" اور "ومن الناس من یقول آمنا" بہت ہی قابل غور ہیں۔

چنانچہ جس کتاب کی یہ حدیث ہے اسی میں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ ... کل تو لوگوں کی لاٹھی کے نیچے ہو گا ... بہتر یہ ہے کہ حضرت کے پاس ہم چلیں۔ پس اگر ہمارا حق ہو تو وصیت کرائیں ورنہ خیر۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر ہم نے دریافت کیا تو آپ ضرور ہم کو محروم کر دیں گے لہذا میں نہیں دریافت کرتا۔ پس حضرت علیؓ کے خلیفہ بننے کی قطعی ناامیدی تو خود ہی حضرت علیؓ کے اس قول سے ثابت ہے رہا امر دوم۔ تو وہ یہ ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے لئے خلافت کی وصیت کرنا چاہتے تھے۔ اس کی نسبت بھی اسی کتاب میں حدیث موجود ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور اس کے بیٹے کو بلا کر ابوبکر کے لئے خلافت کی وصیت کر دوں لیکن میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے سوا دوسرے کسی کو ہرگز نہیں چاہتے۔ لہذا میں نے نہ بلایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کا جواب آنحضرتؐ کے منشا کے بالکل مطابق تھا۔ کیوں کہ آپ نے اپنے پہلے ارادہ کے ملتوی کرنے کی یہی وجہ بیان فرمائی۔ اس بیان سے امر ثانی کی نسبت بھی فیصلہ ہو گیا۔ کیوں کہ ہر ایک صورت میں حضرت عمرؓ آپ کے منشا کے موید ہیں نہ مانع۔ ہاں البتہ خلافت والی صورت میں حضرت علیؓ کا منشا یہی حدیث مذکورہ کے مطابق یہی تھا کہ نہ ہو۔ اور قلم دوات والی حدیث میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق کہنے والے اور بھی بہت سے تھے۔ ہاں نیت میں بے شک فرق ہے۔ حضرت عمرؓ تو آپ کی تکلیف بے ضرورت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ تحریر نہ ہو اور حضرت علیؓ اس وجہ سے کہ ہم قطعی اور ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں ہمارے محبان علی کہلانے والے بہت احسان فراموش ہیں کیوں کہ اگر حضرت عمرؓ خود غرضی کو چھوڑ کر آپ کی بے فائدہ تکلیف دہی کی وجہ سے نہ بولتے اور مذکورہ بالا دو حدیثوں کے مطابق حضرت علیؓ کو محروم اور حضرت ابوبکرؓ کو وصی لکھا جاتا۔ تو محبان علی کہلانے والوں کی یہ موجودہ مزخرف عمارت کی بنا اسی وقت اکھڑ گئی ہوتی۔ پر انہوں نے بجائے شکریہ کے الٹا آپ پر الزام لگا دیا۔ اب رہا امر ثالث تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کے ثابت شدہ منصب اور آثار کے چونکہ خلاف ہے۔ لہذا یا تو یہ محض افترا ہے یا اس لفظ کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے نیز یہ آنحضرت کی شان کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ قرآن مجید کے غلبہ اور نصرت اور فتح اور کامیاب ہونے کے وعدوں کے خلاف ایسے مغلوب اور مخذول اور خائب و خاسر اور ناکام تھے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ کہ آپ نے جس تخت کو بڑی محنتوں اور جانفشانیوں سے ساری عمر خرچ کر کے قائم کیا تھا۔ اب اپنے جانشین کے حق میں اس کی وصیت کرنا چاہتے ہیں۔ پر ایک منافق ایسا غالب ہے کہ وہ آپ کو کچھ کرنے نہیں دیتا۔ بلکہ اس نازک وقت میں نہایت سخت الفاظ منہ پر کہے رہا ہے

اور نہ کوئی اہل مجلس میں سے اور نہ خاندان کے ممبروں سے کوئی آپ کی حمایت ذرا بھی کر سکا۔ کیا غیرت میں ... اور نہ اس منافق کو ادب کر سکتا ہے یہاں تک کہ اسی حسرت میں اور ناکامی کے عالم میں آپ اپنے پیاروں کو ظالموں غاصبوں کی تلوار کی دھار کے نیچے دیکھتے دیکھتے اور سخت سے سخت الفاظ سنتے ہوئے اس جہان سے چل بسے کچھ سب مومنوں اور خصوصاً اسد اللہ الغالب مولا مشکل کشا کی شان سے بھی بعید ہے کہ ان کی موجودگی میں آنحضرتؐ کو ایسے نازک وقت میں ایسے سخت الفاظ بولے جاویں پر وہ ایک ذرہ بھر بھی غیرت نہ کھائیں۔ خصوصاً جبکہ منافقوں کے حق میں جہاد کا بھی صریح حکم قرآن مجید میں موجود تھا۔ کیا شیر خدا علی مرداں کو محبان علی کے برابر بھی غیرت اور حمیت اور محبت نہ تھی۔ ایسی زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ کہ وہ اپنے سامنے ایسے کلمات آنحضرتؐ کے حق میں سنتے اور پھر خاموش رہتے بلکہ اگر نعوذ باللہ بقول شیعہ حضرت عمرؓ کو منافق ہی فرض کیا جاوے تو بھی حضرت عمرؓ کی شان سے بعید ہے کیوں کہ خداوند کریم نے منافقوں کی نسبت قرآن مجید میں یہ خبر دی ہوئی ہے کہ لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ... تو وجہ ہوئی ہے کہ وہ بطور تقیہ جب مومنوں کو ملتے تو آمنا کہتے تھے یہ تو کبھی ہو سکتا ہی نہیں کہ منافق اور پھر مومنوں کے سامنے آنحضرتؐ کو ایسے سخت کلمے کہے۔ پھر حضرت عمرؓ کا اپنی ساری عمر میں آنحضرت کی نسبت کبھی ایسا گستاخانہ کلمہ نہ کہنا بھی صاف بتاتا ہے کہ یہ افترا یا غلط فہمی ہے۔ بلکہ کہیں سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے کبھی الرجل کے لفظ کے ساتھ آنحضرت کو یاد کیا ہو۔ پس یہ بھی صاف بتاتا ہے کہ یا یہ افترا ہے یا غلط فہمی ہے۔ ان سب امور کے ساتھ جب اس امر پر بھی غور کیا جائے کہ راوی خود بیان کرتا ہے کہ اس موقعہ پر بہت سے بڑے بڑے صحابہ موجود تھے اور یہ واقعہ بھی نہایت ضروری اور عظیم الشان تھا لیکن باوجود اس کے روایت کا سلسلہ ایک شخص تک پہنچایا جاتا ہے تو کچھ کم ... اس قدر تو ضرور کہنا پڑتا ہے کہ روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں لیکن جب دیکھا جاتا ہے کہ یہ آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ہے پھر حضرت عمرؓ کے ثابت شدہ منصب اور آثار ثابتہ مشاہدہ کے خلاف ہے پھر سب موجود صحابہ خصوصاً ممبران خاندان پیغمبر ... کے منصب اور شان بلکہ ان کی غیرت و ایمان کے بھی خلاف ہے اور ... خلافت کے ... آیات و احادیث کے بھی خلاف ہے۔ ... یہ محض افترا ہے اور بالفرض اگر افترا نہیں تو پھر ... چونکہ امور مذکورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں۔ رہا یہ سوال کہ پھر اس کے صحیح معنے کیا ہیں جو امور مذکورہ کے خلاف نہ ہوں پس اس کی نسبت کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ الرجل کا لفظ خود سارے مطلب کو کھول دیتا ہے کیونکہ جب حضرت عمرؓ کی عادت اور شان سے صاف ثابت ہے کہ وہ آنحضرت کو الرجل سے یاد کرتے تھے اور نہ کرنا دونوں کی شان سے موزوں ہے لہذا اس کلام کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی ... کو جس

مرض کی تکلیف میں آپ تحریر کی تکلیف اٹھاتے ہیں اس کے لئے کتاب اللہ کافی ہے اور دوسرا یہ کہ اگر تحریر سے تاکید کا خیال ہو تو مومنوں کے لئے کتاب اللہ کافی نہیں وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مرض کی شدت کے وقت آدمی ہذیان بھی کہا کرتا ہے۔

سوال ۱۳ کا خلاصہ۔

اصحاب ثلثہ آنحضرتؐ کے جنازہ میں کیوں شامل نہ ہوئے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ طمع دنیوی اور دنیا ہی ان پر غالب تھی اور آنحضرتؐ کی دردخواہی ان میں ہرگز نہ تھی۔

جواب۔ افسوس کہ اعتراض کو تو ان کی مافی الصدور تک وسیع کر دیا۔ پھر اعتراض بھی ان پر کہ اگر درحقیقت خلیفہ ہوں اور یقیناً ہیں تو پہلے خلفاء پر اعتراض کرنے والوں کی طرح نہایت خطرناک وعید کے مورد بننے میں کچھ شبہ نہیں۔ پر جس بنا پر اعتراض ہے۔ اس کی سند ندارد کیا۔ ایسے خطرناک اعتراض کے واسطے بڑی پختہ اور یقینی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا بازاری گپوں کی بنا پر ایک عقلمند ایسا اعتراض کر سکتا ہے بلکہ ایسے امور میں تو اصولی آثار جواز قسم آحاد ہوتی ہیں وہ بھی قابل اعتبار نہیں ہوتیں کیوں کہ دوسرے کو ایسی صورت میں یہ حق پہنچتا ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان پر اعتراض کو تسلیم کرے کہ جن کی خلافت قرآن مجید اور سنت اللہ سے ثابت ہے ابتدا سے ایسی ظنی اور معارض کتاب اللہ اور مخالف سنت اللہ خبر واحد کو کسی ایسے شخص کے دل و دماغ کی ساخت قرار دیوے جو کہ یفشی الکذب کے زمانہ کا ہے اور جس کے ہم مشربوں اور ہم مذہبوں نے ہزارہا نظائر قائم کر کے ثم یفشی الکذب اور من کذب علی متعمداً کی ضمن پیشگوئی کو پورا کیا ہے اور ہر ایک فرقہ کے تجربہ کار علماء نے ان کے خود ساختہ اخبار کے انباروں کو ردی میں پھینکا ہے پھر علاوہ اس کے اعتراض کے لئے اور بہت سے امور کے اثبات کی ضرورت تھی جو نہیں کی گئی۔ ۱ یہ کہ آنحضرتؐ پر نماز جنازہ ایک دفعہ پڑھی جا سکتی تھی اور دوبارہ جائز نہ تھی۔ ۲ اگر دوبارہ بھی جائز تھی۔ تو پھر یہ کہ انہوں نے پھر بھی نہیں پڑھی۔ ۳ یہ خلیفہ اور امام کے سوائے کس کے پیچھے پڑھتے۔ ۴ یہ کہ سب پر فرض عین تھی۔ ۵ یہ کہ باوجود یہ سننے کے کہ انصار اپنے میں سے خلیفہ بنانے لگے ہیں۔ پھر بھی ان پر لازم تھا کہ نماز جنازہ کی انتظار میں وہاں ہی بیٹھے رہتے اور جو آنحضرتؐ نے فرمایا ہوا تھا کہ الائمۃ من قریش وغیرہ اس کے قائم کرنے اور فتنہ انصار کے خلیفہ بنانے سے جو ... تھا اس کے روکنے کے لئے انصار کے پاس نہ جاتے ۶ یہ کہ جب وہ انصار کے پاس گئے تھے اس وقت ان کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ خلیفہ بنانے سے پہلے ہی پڑھیں گے نیز یہ کہ ہمارے آنے کی انتظار کریں گے یا یہ کہ پھر کے پیچھے بھی ہمیں اطلاع نہ دیں گے۔ غرض کہ اور بہت سے امور ہیں کہ اس اعتراض کے لئے ان کا ثابت کرنا ضروری ہے تاکہ یہ ثابت ہو کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ اس فرض عین وقتی واجب التقدیم کو ایک غیر ضروری امر کے لئے ترک کیا ہے اور نہ پھر وہ اس کو بعد میں ادا کر سکتے تھے اور نہ انہوں نے ادا کیا ہے بلکہ ان امور کا خلاف ثابت ہے

بلکہ اس میں اگر کوئی شکایت ہو سکتی ہے۔ تو حضرت علی پر کہ جب وہ تجہیز سے فارغ ہو گئے تھے اور جانتے تھے کہ بہت سے مہاجر اور انصار غیر حاضر ہیں تو تھوڑی دیر توقف کرتے یا کسی کو کہہ کر ان کو خبر کر دیتے لیکن ان پر بھی شکایت نہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت پر صلوٰۃ کا پڑھنا قیامت تک اور مشرق مغرب تک کے مسلمانوں پر لازمی امر ہے اور سب کا جمع ہونا ناممکن ہے۔ سب سے زیادہ عجیب بات اس اعتراض میں یہ ہے کہ خلافت وہ شے ہے کہ شیعہ کے نزدیک نجات کا دارومدار ... اور اس کو نہایت رفیع مقام اور معظم اور مکرم یقین کرتے ہیں۔ لیکن اعتراض کے لئے اس کو بھی دنیا کی وجاہت اور بدترین اشیاء اور قابل نفرت اور واجب الترک چیز بنا دیتے ہیں۔ کیا عجیب ہے۔ حضرت علی اگر اس کے لئے کوشش کریں تو وہ جہاد اور افضل الاعمال ہے۔ ابوبکر، عمر، عثمان کریں تو وہ وجاہت دنیا کے طالب، حریص اور طامع بنائے جاویں۔ یہ جدا بات ہے کہ وہ کس کا حق ہے۔ پر خلافت نبوت تو بری شے نہیں ہے لیکن اگر اس کو برا نہ بنائیں تو طالب وجاہت اور طامع کس طرح کہیں۔ پھر باوجودیکہ شامل نہ ہونے کے بہت سے وجوہات موجود ہیں۔ پھر بھی جاہ پسندی اور طمع کو اس کی وجہ قرار دیدیا۔ حالانکہ کتاب اللہ اور سنت اللہ سے ان کا ثابت شدہ منصب اور ثابت شدہ آثار اس کی تردید کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ میں بار بار بیان کر چکا ہوں۔

سوال ۲۸ کا خلاصہ۔

حضرت فاطمہ کو فدک سے محروم کر کے خلیفہ اول نے ایسا ناراض کیا کہ دم مرگ اس سے ہم کلام نہیں ہوئیں بلکہ وصیت فرمائی کہ ابوبکر کو ہمارے جنازہ میں شامل نہ ہونے دینا جیسا کہ بخاری میں موجود ہے۔ حالانکہ آنحضرت نے فرمایا ... الفاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی اور یا الفاطمۃ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی من اذانی فقد اذی اللہ من اذی اللہ فقد کفر۔ ان احادیث کی تائید یہ آیت کرتی ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذاباً عظیماً۔

جواب۔ جب کتاب اللہ، سنت اللہ اور شہادت اللہ سے ہی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت ابوبکر خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ ہی تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ وہ اذی اللہ اور یؤذون اللہ وغیرہ کا مورد نہ تھے پس جس روایت کی بنا پر ان کو ایسا کہا جاتا ہے یا وہ افترا محض ہے یا اس کے معنے غلط کئے گئے ہیں۔ یؤذون اللہ جو لوگ ہوتے ہیں ان کی نسبت خداوند کریم نے صاف فرما دیا ہے کہ دنیا اور آخرۃ میں ان پر لعنت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں ملعون ہونے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے (کہ جن پر خدا نے دنیا میں لعنت کی ہو) دنیا میں ذلیل و خوار و ناکام ہو نہ یہ کہ خدا کے برگزیدہ لوگوں کی طرح معزز و منصور اور فائز اور مظفر ہو اور کامیاب بھی خلافت خاتم الانبیاء پر سرفراز ہوئے ہی تو بقول شیعہ اسد اللہ الغالب کے مقابلہ پر۔ پس اگر یہ خلافت کوئی بری شے ہے۔ تو پھر اس پر اس قدر حسرت اور رونا اور واویلا کیوں ہے۔ اور اگر فضل اور رحمت ہے تو اس کو وہ شخص کس طرح لے سکتا ہے کہ جس کے لئے شیعہ کی نہیں بلکہ اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں ہونی چاہیئے۔ اور جو لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم کا مصداق ہونا چاہیئے پس جبکہ اس کو یہ خلافت ملی ہے اور ضرور ملی ہے اور وہ مظفر اور فائز ہوا ہے اور منصور رہا ہے۔ تو اس سے یقیناً ثابت ہوا کہ وہ یؤذون اللہ کا مصداق ہرگز نہیں اور جب یؤذون اللہ کا مصداق نہیں تو پھر من اذانی کا بھی نہیں اور جب اذانی کا نہیں تو تو اذاہا کا بھی ہرگز نہیں جب قرآن مجید کے بیان کردہ آثار ثابتہ یقین دلاتے ہیں کہ ابوبکر من اذاہا (فاطمہ) میں سے ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کسی کے کہنے سے یہ مان سکتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہ کو ایذا دی اس میں کوئی عقلمند شک نہیں کر سکتا کہ حدیث من اذاہا یا من اغضبہا۔ کا وہ شخص ہرگز مورد نہیں بن سکتا جو کہ کتاب اللہ کے حکم کے موافق کسی فرض کو بجا لائے اور حضرت فاطمہ اس پر اس وجہ سے غضب لائیں بلکہ ایسا کرنا حضرت فاطمہ کی شان کے خلاف ہو گا اور یہ ناراض ہونا اس شخص کے حق میں ہرگز مضر نہ ہو گا کیونکہ معصیۃ اللہ میں کسی انسان کی اطاعت جائز نہیں ہے اور جس بات میں حضرت سیدہ کا حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ ایسی ہی بات ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ فدک مال فئے میں سے تھا اور مال فئے کی نسبت قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل ... للفقراء المھاجرین ...... والذین تبوء الدار والایمان ... والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا۔ پھر فرمایا کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اس میں بہت سے لوگوں کا حق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک نہ تھا اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی تھی اور نہ اس کا ہبہ ہو سکتا تھا۔ پس جبکہ حضرت ابوبکر پر خلیفہ ہونیکی حیثیت سے فرض تھا کہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کریں اور تنازع کی صورت میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور فدک میں بہت سے لوگوں کا حق تھا اور کسی کا مالک نہ تھا اور حضرت ابوبکر نے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر کے یتیمی اور مساکین وغیرہ مومنوں کے مال کی حفاظت کی اور ان کا مال حضرت سیدہ کو ناحق نہ دیا تو کیا اس پر حضرت سیدہ کا ناراض ہونا ان کی شان کے موزوں ہو سکتا ہے یا ان کی اس انوکھی ناراضگی سے حضرت ابوبکر کا کچھ نقصان ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ جبکہ خلیفہ نے (کہ جس کی اطاعت حضرت سیدہ پر بھی ایسی فرض تھی جیسی کہ زید عمر پر) قرآن کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ تو اس میں خلیفہ پر تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا البتہ حضرت سیدہ پر ضرور اعتراض ہو سکتے ہیں یا یوں کہو۔ کہ ان کی شان پر داغ آتا ہے اول یہ کہ آپ اس قدر بے علم تھیں کہ قرآن مجید کا واضح ترین مسئلہ بھی آپ کو معلوم نہ تھا۔ دوم یہ کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ نے وہ حدیث پیش کی جو کہ شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی کے باب صفۃ العلم میں درج ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کا ورثہ درہم و دینار نہیں ہوتا۔ بلکہ علم ہوتا ہے۔ تو اس کے مناقض ہبہ کا دعوی کر دیا۔ سوم یہ کہ جب شہادت طلب ہوئی۔ تو اپنے خاوند اور ایک عورت کو پیش کر دیا اور کیا یہی اس امر میں کہ جہاں ان کی شہادت کا اثر یتیموں مسکینوں وغیرہا کے حق پر وارد ہوتا تھا۔ چہارم یہ کہ جب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کے مطابق خلیفہ نے فیصلہ دیا تو بجائے تسلیم کے اور لا یجدوا فی انفسہم حرجا کے الٹی حق ناراض ہو گئیں پنجم یہ کہ ناراض بھی ہوئیں تو خلیفہ رسول پر کہ جس کی اطاعت ان پر فرض تھی ششم یہ کہ اصول کافی کے مطابق قرآن کی بیوی کی حکم کے خلاف گدھے پر سوار ہو کر چالیس دن تک مدینہ کے کوچوں ... بلکہ پھر سب مہاجرین اور انصار کے پاس جاتی رہیں ہفتم یہ کہ پھر حرص کی یہ حد کہ بموجب فروع کافی سات سات گاؤں آپ کے قبضہ میں موجود تھے۔ لیکن پھر بھی فدک پر اس قدر تکرار اور ذلت کو برداشت کرنا ہشتم اصول کافی کی روایت کے مطابق آنحضرت نے حضرت سیدہ سے عہد لیا تھا کہ اگر تمہارا حق چھینا جائے تو صبر کرنا اور غصہ نہ کرنا۔ پر فدک کے لئے اس کے برعکس ... بے صبری اور غصہ کیا جس کی کوئی حد نہیں پس بجائے اس کے کہ حضرت سیدہ پر اعتراض وارد ہوں کیوں یہ نہ کہا جائے کہ اس قصہ پر نصیبی المذہب کے لوگوں نا خود غرض لوگوں نے بہت کچھ حواشی چڑھا دئے ہیں اور اصل واقعہ بالکل صاف ہے جس سے حضرت سیدہ پر کوئی برا الزام عائد نہیں ہوتا۔ ہاں اس واقعہ سے ایک بات خوب ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت سیدہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو ساتھ لیکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس فیصلہ ... گئیں اور خلافت جو کہ اس سے ہزارہا درجہ افضل اور اعلیٰ تھی۔ اس کے لئے حضرت علیؓ آپ کے پاس دعوی نہ لے گئے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب صاحبان حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم کرتے تھے ورنہ کیا وجہ کہ افضل کا دعوی دائر نہ کریں اور ادنیٰ کے لئے اس قدر زور لگائیں میرے خیال میں اس واقعہ پر حواشی چڑھانے والوں سے تین بڑے بھاری قصور ہوئے جس سے اعتراض میں نقص رہ جاتا ہے اول یہ کہ انہوں نے یہ نہ روایت بنائی کہ ابوبکر نے حضرت سیدہ کو محروم کر کے فدک یا فدک کے محاصل اپنے ملک اور تصرف میں لے آیا تھا اور جب تک یہ نہ ہو تب تک ابوبکر کی نیت پر مزہ دار حملہ نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ انہوں نے یہ روایت نہ بنائی کہ جب حضرت مولیٰ مشکل کشا منصب خلافت پر بیٹھے تھے تو سب سے اول یہ کام کیا تھا کہ فدک کو آل سیدہ میں واپس کر دیا تھا تاکہ مولا مشکل کشا پر یہ اعتراض نہ رہتا کہ آپ نے حضرت سیدہ کی روح پاک کو اس رنج والم اور غیظ و غضب سے آرام نہ دیا

کہ میں کے بعد از وفات باقی رہنے کے یقین سے حضرت سیدہ نے وصیت کی تھی کہ ابوبکر میری صلوٰۃ جنازہ سے رو کا جاوے لیکن اگر میں اس وقت اپنی جدہ ماجدہ حضرت سیدہ کے پاس ہوتا تو ضرور اس قدر عرض کر دیتا کہ صلوٰۃ جنازہ تو ایک دعا ہے پر کیا آپ نے خداوند کریم سے اس کا کچھ بندوبست کرایا ہے کہ اگر وہ ابوبکر کو سامنے درود سے نہیں روک سکتا تو کم انکم وآل محمد سے تو ضرور روک دے۔ تاکہ یہ وقت صلوٰۃ کی دعا سے آپ کی روح کو دکھ اور رنج والم ہو پہنچا کر نعیم جنت کو آپ پر منغص نہ کر دے سوم یہ کہ ان کو چاہیئے تھا کہ من اغضبہا الخ اور من اذاھا کے عوض کوئی اور روایت لاتے بتلاتے کیونکہ یہ دونوں آنحضرتؐ کے اس خطبہ کا ایک ٹکڑا ہیں جو کہ آنحضرتؐ نے اس وقت پڑھا تھا جبکہ حضرت مولیٰ مشکل کشا ابوجہل کی لڑکی سے شادی کرنے لگے تھے اور اس خبر سے حضرت سیدہ کو نہایت درجہ کی ایذا پہنچی اور آپ غضب کی حالت میں آنحضرت کی خدمت میں آئیں اور سب واقعہ بیان کیا تو آنحضرتؐ نے صحابہ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ الفاطمۃ بضعۃ منی الخ۔ تو اب نقص یہ ہے کہ جب ابوبکر پر اعتراض کرتے ہوئے یہ حدیث پڑھی جاتی ہے تو اس کا سارا شان نزول ذہن میں آ کر اس طرف خیال کو لیجاتا ہے کہ اس کے اول مورد یا یوں کہیئے کہ اصل مورد خاص حضرت مولیٰ مشکل کشا رہے ہیں جن سے آپ کی کسر شان کی معصیت کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ سوال ۸ کا خلاصہ۔ آنحضرتؐ نے حکم اور مروان بن حکم کو مدینہ سے نکال دیا تھا اور پہلے دو خلیفوں نے اور بھی آگے نکالدیا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے تینوں کا خلاف کر کے مروان کو کیوں واپس بلالیا۔

جواب۔ چونکہ حضرت عثمان کا خلیفہ خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ اور سنت اللہ اور شہادت اللہ سے ثابت ہے لہذا ایسی روایت محض افترا ہے جس سے یہ لازم آئے کہ خلیفہ نبی نے نبی کی حکم عدولی کی ہے کہ آنحضرت کی زندگی میں حکم اور مروان نہ مدینہ میں بستے تھے اور نہ آپ نے ان کو مدینہ سے نکالا ہے بلکہ یہ محض جھوٹ اور افترا ہے ہاں بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت نے حکم کو مکہ سے نکالدیا تھا لیکن بہت سے وجوہات سے ثابت ہے کہ یہ روایت بھی سراسر غلط ہے۔ اول بعض روایتوں میں صاف لکھا ہے کہ وہ نہیں نکالا گیا دوم یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حکم فتح مکہ کے دن مشرف بالاسلام ہوا تھا اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ نے حضرت یوسف کی طرح لا تثریب علیکم الیوم پڑھکر سب کو معافی دیدی تھی اسی وجہ سے فتح مکہ کے دن کے مسلمانوں کو طلقا رفتح کہتے ہیں اور حکم کی استثنا ان احادیث معتبرہ میں ہرگز نہیں ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہیں نکالا گیا پھر اس کا کوئی قابل اخراج جرم بھی ثابت نہیں ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہ مکہ سے نکالا گیا تھا تو پھر یہ بات ثابت نہیں کہ یہ اخراج دائمی تھا ار تداد جیسے بدترین گناہ میں بھی اخراج ایک ہی سال تک ہے اور پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ اسلام کی سلطنت کی قلمرو سے نکالا گیا تھا جن شہر پر ہوئے کا اخراج قرآن مجید کے حکم سے ہوا تھا وہ بھی قیصاری قلمرو سے نہ نکالے گئے تھے اور حکم تو آخر مسلمان تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ جس حد سے اس کو باہر نکالا گیا تھا مدینہ منورہ ان کے اندر تھا اور پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ توبہ و اصلاح اور شفاعت سے بھی اس کا واپس ہونا جائز نہ تھا بلکہ بعض محققین نے صاف آیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شفاعت پر آپکی زندگی میں حکم کی واپسی کا حکم صادر ہو گیا تھا اس علاوہ فتح مکہ کے وقت مروان کی عمر سات سال کے قریب تھی جس پر وہ مکلف نہ تھا اور کا تزر وازرۃ وزر اخری۔ قرآن مجید کا عام فتوی ہے پس اگر یہ سب باتیں فرض بھی کی جاویں تو بھی مروان اس حکم کے نیچے ہرگز نہیں آسکتا اور نہ صغر سنی کی باعث والد کیساتھ باہر چلے جانے سے اس کا واپس کرنا ممنوع یا حکم عدولی کا باعث ہو سکتا ہے چونکہ مروان پر بہت کچھ بیجا حملے کئے گئے اور کئے جاتے تھے لہذا خداوند کریم نے ایک مدت تک سلطنت کو اس کے خاندان کے قبضہ میں کر کے اس کا معاوضہ بوجہ احسن کر دیا ہے۔ سوال ۱۰ کا خلاصہ خلفاء کا آپس میں اتفاق تھا یا نفاق؟ اگر اتفاق تھا تو پھر حضرت علیؓ نے حضرت عثمان کا قاتل کیوں ٹھ دیا یا یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت عثمان کا قتل ہونا جائز تھا اور اسی وجہ سے حضرت علیؓ نماز جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے تھے۔ جواب۔ ہمیں یقین ہے کہ آنحضرتؐ کے کسی خلیفہ میں کسی قسم کا نفاق نہ تھا اور ہرگز نہ تھا۔ ہاں شیعہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے دل میں نفاق تھا اپنی جماعت میں تو خلفاء ثلثہ کو ظالم غاصب خارج از دائرہ اسلام وغیرہ کہا کرتے تھے پر بظاہر ان کی بیعت بھی کر لیتے تھے اور اظہار وفاداری کرتے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے لیکن چونکہ اذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم ان لوگوں کا کام ہے جو اپنے آپ کو مومن کہلائیں گے اور فی الحقیقت وہ مومن نہ ہوں گے بلکہ لہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون کا مورد ہوں گے اور حضرت علی اس جماعت سے ہرگز نہ تھے لہذا ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت علی میں نفاق نہ تھا نیز کتاب اللہ اور سنت اللہ اور شہادت اللہ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان خلیفہ خاتم الانبیاء تھے پس اگر حضرت علی ان کے منکر اور مخالف ہوں تو بموجب حکم قرآن مجید فاولئک ہم الفاسقون کی جماعت سے ماننا پڑیگا جو کہ آپ کی شان کے یقیناً خلاف ہے پس اس سے صاف ثابت ہے کہ قاتل عثمان کے حوالے نہ کرنیکا باعث نفاق علی قرار دینا محض افترا اور غلط اور بدظنی ہے جو کہ ان سب آیات وسنت اللہ اور آثار ثابتہ کے متضاد اور مخالف ہے جو کہ ان دونوں کے منصب رفیع کی مثبت ہیں علاوہ بریں نفاق کو سبب قرار دینا تب ہی ہو سکتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ قاتل نہ دینے کا اور کوئی سبب نہیں ہو سکتا حالانکہ اب تک یہ ثابت نہیں کیا گیا۔ علاوہ بریں یہ بھی ثابت کرنا ضروری ہے کہ حضرت علی کو یقیناً قاتل معلوم تھا یا جسکو فریق ثانی قاتل خیال کرتا تھا وہ حضرت علی کے نزدیک بھی یقیناً قاتل تھا یا کم از کم اس کا قاتل ہونا قرار یا شہادت سے ثابت ہو چکا تھا اور یہ بھی کہ جو قاتل مانگتے تھے وہ مقتول کے جائز ولی تھے اور یہ بھی کہ اصول سیاست کے خلاف ان کا مطالبہ نہ تھا بلکہ اسی طور پر مطالبہ کرتے تھے جو کہ آداب شریعت اور اسلوب سیاست کے مطابق تھا لیکن نہ معترض نے ان امور کو ثابت کیا ہے اور نہ کر سکتا ہے بلکہ ان کے خلاف ثابت ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض حضرت عثمان کے قتل کے جواز کیلئے کیا گیا ہے لیکن اگر یہ امور ثابت ہو جاویں تو پھر بجائے جواز قتل نفاق علی ثابت ہو جاتا ہے پر چونکہ شیعہ نے نفاق کا نام تقیہ رکھکر جائز کیا بلکہ فرض قرار دیدیا ہے کہ جس کا تارک حضرت امام حسین تھے لہذا یہ انپر گراں نہیں گذرتا لیکن قرآن کا صاف فتویٰ ہے کہ ایسا کرنیوالے اگرچہ اپنا نام مومن رکھلتے ہیں پر وہ مومن نہیں۔ شاید ومن الناس من یقول میں مضارع اسی لئے اختیار کیا گیا ہے رہا جنازہ تو اول اس کا ثبوت

کیا ہے دوم ایسے مقصدہ میں آپ کا شریک ہونا مناسب تھا یا بر وقت جنازہ آپ کو خبر دی گئے تھے یا آپ کیلئے کوئی مانع نہ تھا یہ امور ہیں جبتک انکا فیصلہ نہ ہو تو نفس جنازہ نہ پڑھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ جواز قتل یا عدم جواز صلوٰۃ کے قائل تھے کیا حضرت عثمان کی زندگی میں آپ کے پیچھے حضرت علی نے کبھی نماز نہیں پڑھی یا وہ نعوذ باللہ منافقانہ کارروائی تھی اسد اللہ الغالب اور مشکل کشا اور یہ کارروائی۔ سوال ۱۱ کا خلاصہ۔ حضرت علی اور معاویہ کے جہاد میں آپ کیا فرماتے ہیں حالانکہ ایک مومن کو قتل ومن قتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم آیا ہے اور یہاں ہزار ہا لوگ قتل کئے گئے۔ جواب۔ قرآن مجید میں قتل عمد کی سزا قتل اور جہنم ہے اور خطا کی تحریر رقبۃ الخ ہے باوجود اس حکم کے آنحضرتؐ کے زمانہ میں بہت دفعہ یہ صورت پیش آئی ہے کہ اجتہادی غلطی سے ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا ہے لیکن نہ قتل عمد کی قاتل کو سزا دی گئی ہے اور نہ قتل خطا کا کفارہ ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت علی اور امیر معاویہ کے معاملہ میں جہاں تک غور کیا جاتا ہے اس کی بنا امیر معاویہ کی ایک اجتہادی غلطی پر ہے اور آج دن تک جس قدر اس جنگ پر لکھا گیا قتل عمد کی کوئی تسلی بخش دلیل پیش نہیں کی گئی پس جبکہ یہ اجتہادی غلطی کی بنا پر تھا تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ سوال ۱۲ کا خلاصہ۔ قرآن مجید میں قرن فی بیوتکن وارد ہے اور حضرت عائشہ اس کے خلاف اونٹ پر سوار ہو کر مجمع عام میں گئیں جبکہ حضرت علی سے جنگ کے لئے گئی تھیں۔

جواب۔ اگر اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر جانا میں انہوں نے قرن فی بیوتکن کے خلاف کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ قرن الخ کے معنے ہرگز نہیں ہیں کہ گھر سے بالکل باہر قدم نہ رکھیں کیونکہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ آنحضرتؐ کی موجودگی میں وہ اپنے گھروں سے باہر جاتی رہی ہیں حتی کہ حج اور جہاد میں بھی گئیں اور لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی قرن کے معنے خود بتا دیتا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اونٹ پر سوار ہو گئیں یا مجمع میں کیوں گئیں تو یہ بھی کوئی ممنوع امر نہیں ہے کیونکہ جہاد کی اور حج کی مجمع عام میں اونٹ پر ہی سوار ہو کر جاتی رہی ہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ ستر کے خلاف کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے جو ستر فرض کیا ہے ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت عائشہ نے اس کا خلاف کیا ہے اور نہ اونٹ پر سوار ہونا یا چادر منہ اور گریبان پر ڈالکر مجمع میں جانا ستر کے خلاف ہے میں پہلے شیعہ کی معتبر کتاب کے حوالہ سے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سیدہ گدھی پر سوار ہو کر چالیس دن تک فدک کے لئے خانہ بخانہ پھرتی رہی تھیں ہاں البتہ اس قدر فرق تھا کہ حضرت عائشہ شتر سوار تھیں اور حضرت سیدہ خر مادہ پر سوار تھیں اور بس۔ سوال ۱۳ کا خلاصہ۔ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ میں ارض سے مراد بیت المقدس یا زمین شام ہے اور یزید پلید اس کا بادشاہ ہوا اور امامین شریفین اس کی سلطنت سے محروم رہے۔

جواب۔ یزید پلید اور اس کے بہت سے ہم جنسوں کا ارض مقدسہ کا بادشاہ ہونا ہی اس امر کی کافی شہادت ہے کہ اس کے یہ معنی صحیح نہیں ہیں جو کہ آپ نے خیال کئے ہوئے ہیں نیز یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ زبور کی اس پیشگوئی کے بعد مدتوں تک مشرک لوگ بھی اس کے بادشاہ رہے ہیں اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ورنہ اگر یہ معنے صحیح ہیں تو پھر قرآن مجید کے ماننے والوں میں ایک اسی آیت سے سب مذہبی نزاعوں کا فیصلہ ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ جو شام یا بیت المقدس کا بادشاہ ہو وہ صالح او

احمد مصطفیٰ کا خاص بندہ ہوگا پس جس مذہب اور جس ملک کا انسان و جن کا بادشاہ ہو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ مذہب حق اور خدا کا پسندیدہ ہے اور اس کے مخالف مذہب سب غلط ہیں چنانچہ اس وقت چونکہ مدتوں سے وہاں کے بادشاہ سنی بالخصوص حنفی ہیں لہذا ماننا چاہیئے کہ اور سب مذاہب باطل ہیں فقط ایک حنفی مذہب ہی حق پر ہے حالانکہ آج دن تک اس پر کسی نے فیصلہ نہیں کیا پس اس سے بھی ثابت ہے کہ یہ معنے صحیح نہیں ہیں۔ زبور پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دو بھائیوں میں سے ایک بھائی کے دو باغوں کی تمثیل کی پیشگوئی کی طرح یہ بھی ایک پیشگوئی ہے جو کہ حضرت عمر کے ہاتھ سے خدا نے پوری کرا دی اور بس مدت صلیبی جنگوں کی تاریخ اگر درست ہے تو ماننا پڑیگا کہ ایک وقت تک عیسائی بھی عباد صالحین ہوگئے تھے اور جو ہم نے معنے بیان کئے ہیں انپر کوئی دقت باقی نہیں رہتی۔ سوال ۱۲ کا خلاصہ۔ آنحضرت چار سے سات تک نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ ثبوت کے لئے صحاح ستہ موجود ہے بلکہ ائمہ اربعہ تو پانچ تکبیر پر متفق رہے ہیں پس آپ لوگ چار سے زیادہ کا ابطال کس طرح کرتے ہیں۔ جواب یہ محض افترا ہے ہمارے امام علیہ السلام نے کبھی چار سے زیادہ کا ابطال نہیں کیا اور نہ آپ کا یہ طریق ہے کہ جو امر حدیث سے ثابت ہو ملانوں کی طرح اس کے خلاف کہا بتد ہلیں۔ سوال ۱۳۔ بعد از نبی خیر البشر کون ہے؟ جواب۔ آپ رنج تو ہونگے لیکن الحق احق ان یتبع خیر البشر بعد از نبی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود ہیں اس کا بڑا ثبوت تو یہی ہے کہ سب کی مانی ہوئی حدیث ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم۔ یا یہ کہ ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً یا اماماً حکماً۔ الخ۔ اس حدیث میں اگرچہ ساری امت داخل ہے جیسا کہ خطابات مشہورہ میں ہوتا ہے پر اول اور حقیقی مخاطب یقیناً صحابہ ہیں جن میں ابوبکر و عمر و عثمان و علی اور حسن اور حسین شامل ہیں مگر آنحضرت نے سب مخاطبین کا امام مہدی و مسیح موعود کو قرار دیا ہے اور ان سب کو امام اور افضل ہونا ثابت ہے چنانچہ آنحضرت نے فرمایا کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اور پھر مسیح کا اور ابوبکر عمر و علی و حسین علیہم السلام کو آنحضرت نے نبی نہیں فرمایا اور مسیح کو نبی اللہ رسول فرمایا ہے اپنی دلائل کی بنا پر جبکہ محمد بن سیرین سے دریافت کیا گیا کہ مہدی افضل ہے یا ابوبکر تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ ما ابوبکر فانه افضل من بعض انبیاء بنی اسرائیل علاوہ بریں ابوبکر، علی اور حسین علیہم السلام نے ہرگز یہ بیان نہیں کیا کہ خدا نے مجھے اپنی وحی میں فلاں فلاں سے افضل فرمایا ہے اور حضرت مرزا صاحب نے خدا کی وحی کی بنا پر سب دنیا میں شائع کر دیا کہ میں حسین اور ابن مریم سے افضل ہوں اور دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب شرف مکالمہ الہیہ رکھتے ہیں ہاں کوئی نہ مانے یا غور نہ کرے تو یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے نیز فضیلت کا فیصلہ خدمات مفوضہ سے ہوتا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ فتنہ دجال وہ عظیم الشان فتنہ ہے کہ جس سے سب انبیاء اپنی امتوں کو ڈراتے رہے اور آنحضرت نے بھی اس کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے پس قتل دجال وہ عظیم الشان خدمت ہے کہ جس کی مثل امام حسین یا حضرت علی تو کیا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر سے بھی نہیں ہوئی نیز فضیلت کی بنا اجتباء الٰہی پر ہوتی ہے جو کہ خدا کے اس کلام سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہے جو اس بندہ پر اتارا جاتا ہے اور ان صاحبوں کی کوئی ایسی وحی نہیں جو کہ حضرت مسیح موعود کی وحی کی طرح اعلیٰ اجتباء پر دال ہو۔ نیز فضیلت کا پتہ خدا کے نشانوں سے لگتا ہے اور خدا نے جس قدر نشانات کا اظہار مسیح اور مہدی موعود کیلئے کیا ہے ان صاحبوں کیلئے ہرگز ایسا نہیں کیا ہاں چونکہ خداوند کریم جانتا تھا کہ جس طرح میرے اور مجتبیٰ بندوں کی فضیلت پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہے ہی ہونگے ہیں اسی طرح مسیح موعود پر سورہ جمعہ میں جہاں مہدی کا ذکر کیا ہے ہاں اس کا بھی یہ بدلہ ہے جو آنحضرت پر اعتراض کرنیوالوں کو جواب دیا تھا کہ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور پھر نہ ماننے والوں کو مثل الذین حملوا التوراۃ الخ سے سمجھایا کہ پہلے مسیح کو نہ ماننے والوں کی مثل تم ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ہو گے۔ سوال ۱۴ کا خلاصہ۔ آیت انا عرضنا الامانة علی السموات الخ کی آپ کیا تاویل کرتے ہیں۔ جواب۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت اقدس نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں صفحہ ۱۶۰ سے صفحہ ۱۶۱ تک بڑی بسط کیساتھ تحریر فرمائی ہیں اگر کسی شخص کو شوق ہو تو اس سے یہ کتاب منگا کر آپ دیکھیں ہیں یہاں پر میں اسی کتاب کی تھوڑی سی عبارت لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے سو امانت نور تھی اور انسان ظلوم جہول بھی ان معنوں کر کے جو ہم بیان کر چکے ہیں ایک نور ہے اس لئے نور خدا کو قبول کر لیا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ ہیں سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسیقدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں جو خدا انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها اس ساری امانت کو جناب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک تازہ پیشگوئی

الہام الٰہی "دشمن کا بھی ایک وار نکلا"۔ وتلک الایام نداولہا بین الناس۔ یعنی کوئی ایسا امر جو خدا کی طرف سے ہماری نسبت یا ہماری جماعت کی کسی فرد کی نسبت صادر ہوگا۔ جس سے دشمن خوش ہو جائے گا اور وہ امر جو خدا کی طرف سے ہوگا۔ یا دشمن کا اس میں کچھ دخل ہوگا اور پھر خدا فرماتا ہے کہ یہ دن خوشی اور غم یا فتح اور شکست کے ہم نوبت بہ نوبت لوگوں میں پھرا کرتے ہیں بعض وقت خوشی اور فتح خدا کی جماعت کو ملتی ہے اور دشمن ذلیل اور شرمسار ہو جاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بدر کی لڑائی میں ہوا کہ کفار کو سخت شکست آئی اور نامی افسر اور سرگروہ ان کی فوج کے اس لڑائی میں مارے گئے۔ جیسا کہ ابوجہل۔ یہ خوشی تو مومنوں کو پہونچی۔ پھر دوسری مرتبہ کفار کی خوشی کی نوبت آئی اور احد کی لڑائی میں دردناک شہادتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور ایک تہلکہ برپا ہوا اس وقت بعض ان لوگوں کے دلوں میں جو عادت اللہ سے ناواقف تھے۔ یہ خیال بھی آیا کہ جس حالت میں ہم حق پر ہیں اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں تو یہ مصیبت ہم پر کیوں آئی۔ تب ان کا جواب اللہ تعالیٰ نے وہ دیا جو قرآن شریف میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے۔ **ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولہا بین الناس۔** یعنی اگر تم کو احد کی لڑائی میں دکھ اور تکلیف پہونچی ہے تو بدر کی لڑائی میں بھی تو تمہارے مخالفوں کو ایسی ہی تکلیف پہونچی تھی اور ایسا ہی دکھ اور نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ جس کو امیر فوج بنا کر لائے تھے یعنی ابوجہل وہ بھی کھیت رہا اور بڑے بڑے کافر مارے گئے پھر اگر اس کے مقابل امیر حمزہ شہید ہوئے اور دوسرے بزرگ صحابی نے شربت شہادت پیا تو اس قدر بالمقابل صدمہ دیکھنا ضروری تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی قانون قدرت ہے کہ کبھی کافر فتح کئے جاتے ہیں اور کبھی مومن تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس دن سے جو خدا نے دنیا پیدا کی یہ قانون چلا آیا ہے کہ کبھی کوئی ایسی تائید اور نصرت ظاہر ہوتی ہے جس سے مومن خوش ہو جاتے ہیں اور کبھی کوئی ایسا ابتلا مومنوں کے لئے پیش آجاتا ہے جو کافر مارے خوشی کے اچھلتے پھرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اس اپنی وحی مقدس میں بھی جو آج اس عاجز پر نازل ہوئی فرماتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ کچھ عرصہ سے متواتر خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید رحمت کے نشانوں کے رنگ میں اس عاجز کی نسبت ظاہر ہو رہی ہے۔ جس سے مخالف لوگ ایک مسلسل غم دیکھ رہے ہیں اب ضروری ہے کہ بموجب قانون وتلک الایام نداولہا بین الناس ان کو بھی کچھ خوشی پہنچائی جاوے۔ سو اس الہام کی بنا پر کوئی امر ہمارے لئے ناگوار اور ان کے لئے موجب خوشی کا ظاہر ہو جائے گا اور جو نشان اس تھوڑے عرصہ میں ہماری تائید میں ظاہر ہوئے جو ہماری خوشی کا موجب اور مخالفوں کے رنج کا موجب تھے وہ بہ تفصیل ذیل ہیں اول سب سے پہلے مسمی کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم کے مقدمات میں دو رحمت کے نشان خدا تعالیٰ کے ظاہر ہوئے پہلے وہ مقدمہ ہے جو کرم دین مذکور نے جہلم کی عدالت میں بصیغہ فوجداری مجھ پر دائر کیا تھا اس میں خدا تعالیٰ نے قبل فیصلہ اس مقدمہ کی مجھے خبر دی کہ کرم دین مذکور ناکام رہے گا اور شکست کھائیگا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ چنانچہ ابھی مقدمہ زیر تجویز ہی تھا کہ میں نے اپنی کتاب مواہب الرحمان میں اس پیشگوئی کو چھاپ کر شائع کر دیا اور جب میری پیشی جہلم کی عدالت میں ہوئی تو میں کئی نسخے اس کتاب کے ساتھ لے گیا اور قبل فیصلہ مقدمہ لوگوں میں تقسیم کر دئے اور قادیان میں بھی جہلم کے جانے سے پہلے کئی نسخے اس کتاب کے تقسیم کئے اور ایک نسخہ حسب دستور گورنمنٹ میں بھی بھیجدیا۔ اور آخر پیشگوئی کے مطابق کرم دین کے مقدمہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت جہلم نے اس کو خارج کر دیا۔ یہ پہلا نشان ہے جو ظاہر ہوا۔ پھر ایک اور مقدمہ کرم دین مذکور نے فوجداری میں میرے پر گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا اور اس پر بھی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کی طرف سے ایک فوجداری مقدمہ دائر ہو گیا۔ ان مقدمات کے فیصلہ سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ انجام کار میں کرم دین کے مقدمہ سے بری کیا جاؤں گا مگر وہ سزا پائیگا چنانچہ وہ پیشگوئی میں نے قبل فیصلہ مقدمہ کے اخبار الحکم اور البدر میں شائع کرا دی اور ایسا ہی ظہور میں آیا کہ کرم دین سزا پا گیا اور میں انجام کار بری کیا گیا اور یہ دو نشان تھے۔ جو ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوئے۔ اور پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ ایک زلزلہ کا دھکا ظاہر ہوگا جس سے جانوں اور عمارتوں کا نقصان ہوگا یہ خبر بھی میں نے قبل از وقت الحکم اور بدر کے ذریعہ سے شائع کر دی چنانچہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو وہ زلزلہ آیا جس کی نقصان رسانی کی تفصیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ چوتھا نشان تھا جو ظاہر ہوا۔ پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ موسم بہار میں ایک اور غیر معمولی زلزلہ آئے گا اور وہ ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء کے بعد آئیگا۔ چنانچہ ۲۸۔ فروری ۱۹۰۶ء کا دن گذرنے کے بعد رات کو بوقت ڈیڑھ بجے وہ زلزلہ آیا۔ جس سے بہت سے گھر مسمار ہوئے اور بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ اور یہ **پانچواں نشان** تھا جو خدا نے میری تائید میں ظاہر کیا۔ پھر ایسا اتفاق ہو گیا کہ ایک شخص چراغ دین نام جموں کا رہنے والا جو ابتدا میں میرا مرید تھا مرتد ہو گیا اور پادریوں کے ساتھ ایک خطرناک اختلاط اس کا ہو گیا اور اس نے پیغمبری کا دعویٰ بھی کیا تب میں نے اس کی نسبت بددعا کی اور مجھے خدا تعالیٰ سے الہام ہوا کہ خدا اسے فنا کر دے گا اور اس کو غارت کرے گا اور اس پر غضب نازل کرے گا اور اشارہ کیا گیا کہ وہ طاعون سے مرے گا۔ اسی لئے میں نے طاعون کے رسالہ میں کہ جو طاعون کے بارے میں میں نے لکھا تھا جس کا نام دافع البلاء ہے یہ پیشگوئی درج کی چنانچہ وہ اپنی کتاب منارۃ المسیح کے ایک برس بعد جس میں مجھے اس نے دجال قرار دیا ہے اس قہر میں گرفتار ہوا۔ کہ اول دو لڑکے اور ایک لڑکی اس کی طاعون سے مری۔ اور پھر چار اپریل ۱۹۰۶ء کو خود طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان سے گذر گیا۔ اور یہ **چھٹا نشان** تھا۔ جو خدا نے میری تائید میں ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور نشان ظہور میں آیا کہ اس نے اپنی طرف سے صریح لفظوں میں مباہلہ کیا اور اپنا ذکر کر کے اور میرا نام لیکر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو مفتری اور حق کا دشمن ہے خدا اس کو فنا کر دے اور حق اور باطل میں فیصلہ کر دے۔ اس کی اس دعا پر صرف دو تین روز ہی گذرے تھے کہ وہ خدا کے مواخذہ کے نیچے آگیا۔ اور ایک دردناک عذاب کے ساتھ مرا۔ بھلا اس سے زیادہ دردناک کونسا حادثہ ہوگا کہ پہلے اس نے اپنے عزیز دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنی آنکھ کے سامنے مرتی دیکھی اور اس پر مصیبت حادثہ کو مشاہدہ کر لیا کہ اب اس کی قطع نسل ہو گئی اور کوئی اس کی نسل میں سے باقی نہیں رہا اور پھر بعد اس کے اسی طاعون سے بصد حسرت آپ موت کا پیالہ پیا اور ایمانی حالت کا یہ نمونہ دکھایا کہ دونوں لڑکوں کے مرنے کے بعد اس کے کلمات یہ تھے کہ اب خدا ہی میرا دشمن ہو گیا۔ یہ **ساتواں نشان** تھا جو ظہور میں آیا۔ پھر بعد اس کے ایک اور نشان ظاہر ہوا کہ ایک شخص ڈوئی نام جو امریکہ کے صیہون نام ایک شہر میں رہتا تھا اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور الہام کا بھی مدعی تھا۔ میں نے اس کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا اور بہت تکبر دکھلایا اور میں نے اس کی نسبت انگریزی رسالہ میں شائع کیا۔ کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ امریکہ کے اخباروں میں بھی یہ مضمون شائع ہو گیا۔ اب وہ کچھ عرصہ سے فالج کے مہلک مرض میں گرفتار ہو گیا اور ساری پیغمبری اس کی دریا برد ہو گئی اور چراغ دین کی طرح اس نے بھی ثابت کر دیا کہ جھوٹا پیغمبر کس طرح جلد پکڑا جاتا ہے۔ اور اب امریکہ سے خبر آئی ہے۔ کہ وہ قریب المرگ ہے۔

---

* نوٹ۔ اسی کے ہم رنگ واقعہ عبد اللہ آتھم اور لیکھرام تھا عبد اللہ آتھم تھی شرطی پیشگوئی کے موافق مرا مگر چونکہ سے مخالفوں نے اس بات پر بہت خوشی ظاہر کی کہ وہ میعاد کے اندر نہیں مرا پس یہ معاملہ ایسا تھا جیسا کہ حضرت مسیح کی نسبت "شبہ لہم" کا معاملہ تھا خدا کو منظور تھا کہ بموجب اپنے قانون قدرت وتلک الایام نداولہا بین الناس مخالفوں کو خوشی پہونچائی کیونکہ پہلے نشانوں نے ان کو غمگین کر دیا تھا اور یہ خوشی بھی قائم نہ رہی کیونکہ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ ایسی صفائی سے پوری ہوئی جو منہ ...

یہ آٹھواں نشان ہے کہ جو خدا تعالےٰ نے میری تائید میں ظاہر کیا۔ ایسا ہی خدا نے مجھے اپنی پاک وحی سے خبر دے کر فرمایا تھا

اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویران کردی

جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ بہت سے دشمن مریں گے اور ان کا گھر ویران ہو جائے گا۔ چنانچہ مجھ کو سیالکوٹ وغیرہ کتنے مقامات سے خط آئے ہیں۔ کہ اس سال میں کئی سخت طبع اور ناپاک دل دشمن جو سخت متعصب تھے معہ عیال و اطفال اس جہان سے گذر گئے۔ جن کی تفصیل کسی مستقل رسالہ میں انشاء اللہ درج کی جائے گی۔ یہ نواں نشان ہے جو خدا تعالیٰ نے اس سال میں میری تائید میں ظاہر فرمایا۔ پھر میں نے اپنے متواتر اشتہارات میں بار بار شائع کیا تھا۔ کہ دنیا میں سخت سخت زلزلے آئیں گے اور بعض ان میں سے قیامت کا نمونہ ہوں گے اور بہت موت ہوگی۔ چنانچہ ایسے زلزلے فارموسا چلین اور سان فرانسسکو ملک امریکہ اور اٹلی میں آگئے اور وہ درحقیقت ایسے خوفناک ہیں کہ جو شخص پہلے میرے اشتہارات کو پڑھے گا اور پھر ان زلزلوں اور عام تباہی کا نظارہ اس کی نظر کے سامنے آجائے گا تو اس کو بہر حال اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ وہی پیش گوئیاں ہیں جو پہلے میری طرف سے ہو چکی ہیں۔ یہ تین نشان ہیں۔ جن کے ملانے سے بارہ نشان ہوتے ہیں جو ان دنوں میں ظہور میں آئے اور پانچ اور زلزلوں کا وعدہ ہے۔ جن کی انتظار کرنی چاہیئے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ اگر یہ زلزلے امریکہ وغیرہ کے اس شخص یعنی اس عاجز کی تائید اور تصدیق کے لئے آئے ہیں۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان ملکوں کے لوگ تو اس کے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو جھوٹ ہے کہ وہ لوگ میرے نام سے بے خبر ہیں۔ امریکہ کے مشہور اور نامی اخباروں میں کئی دفعہ میرا اور میرے دعویٰ کا ذکر آچکا ہے۔ بلکہ انہیں اخبار والوں نے لکھا تھا کہ پنجاب میں فلاں شخص ڈوئی کو جو پیغمبری کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مباہلہ کے لئے بلاتا ہے اور ڈوئی اس سے بھاگتا ہے۔ اس صورت میں وہ بے خبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ماسوائے اس کے جبکہ تمام دنیا کے زلزلوں کی نسبت ان زلازل سے پہلے جواب ظہور میں آئے میری پیش گوئیاں شائع ہو چکی ہیں۔ اور قبل واقع ہونے ان کے بہت سے رسالے انگریزی میں وہ رسالے میری جماعت کے لوگوں کو جو انگریز ہیں اور امریکہ کے بعض حصوں میں رہتے ہیں۔ پہنچ چکے ہیں۔ اور اس ملک میں عام طور پر بھی وہ رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ تو اس صورت میں امریکہ کے لوگ ان پیش گوئیوں سے بے خبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے ان ممالک میں محض قہری طور پر زلزلے آئے ہیں اور جبکہ ان زلازل کی نسبت پیش گوئیاں پہلے ہو چکی ہیں۔ اس لئے وہ لوگ اس نشان سے انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں جو موتیں ان میں واقع ہوئی ہیں۔ وہ ان کے گناہوں اور فسق و فجور کی وجہ سے ہیں اور یہ زلزلے میری طرف سے ان کو رہنمائی کرتے ہیں۔ کیونکہ میں نے ہی قبل از وقت ان کو ان آفات کی خبر دی ہے۔ غرض ہلاک ہونے والے اپنے سابق گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور جنہیں پیش گوئی کی خبر ملے گی۔ ان کے لئے وہ نشان ہوا۔ اگر وہ اس نشان کو ٹال دیں گے۔ تو پھر کوئی اور عذاب آئیگا۔

اب جبکہ یہ دس نشان تازہ بتازہ ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہو چکے ہیں اور دشمنوں کو بہت کوفت اور ہم و غم پہنچا ہے۔ تو مذکورہ بالا الہام میں خدا تعالےٰ پیش گوئی کے طور پر فرماتا ہے کہ ایک ناگوار امر ظاہر ہوگا۔ جو کسی قدر دشمنوں کی خوشی کا باعث ہو جائے گا۔ معلوم نہیں کہ وہ کیا امر ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ یہی ہماری عادت ہے۔ کہ کبھی ہم دشمن دین کو بھی خوش کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ خادمان دین کو خوش کرتے ہیں۔ لیکن انجام پرہیز گاروں کے لئے ہوتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ

خاص رعایت

اس میں شک نہیں کہ رسالہ تعلیم الاسلام بجواب تہذیب الاسلام کی قوم نے خوب قدر کی ہے اور امید سے بڑھ کر اس کی قبولیت مخالفین اور موافقین میں پائی گئی مگر سنا ہے کہ غیر مستطیع لوگ جنہیں آریوں کی درندگی اور اعتراضات کی بدزبانی شب و روز دکھ دے رہی ہے وہ اکثر محروم رہے ہیں لہذا ایسے احباب سے ارباب تک رعایت کی جاوے گی۔ معزز احباب ایسے لوگوں کو کتب بہم پہنچا کر ان کے دین ایمان کی پاس داری کریں تا کوئی جان ہلاکت سے بچ جاوے۔

تعلیم الاسلام مع ضمیمہ ۵۲ صفحہ ۔ اختیار الاسلام ہر سہ حصہ درخواستیں۔ بنام ماسٹر عبد الرحمٰن قادیان آویں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

ناظرین! اس رسالہ کا پہلا پرچہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو قادیان دار الامان سے شائع ہو گیا ہے۔ اس رسالہ تشحیذ الاذہان میں جو کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڈیٹری سے انشاء اللہ ماہوار نکلتا رہے گا جس کی قیمت سالانہ پیشگی ہے علاوہ مخالفین کے اعتراضات کے جوابوں اور دیگر دینی مضامین کے مکتوبات امام الزمان، مسائل شرعیہ۔ عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقے اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح وقتاً فوقتاً درج ہوں گے جو گھر میں عورتوں کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ یہ رسالہ طالب علموں کی ایک کمیٹی تشحیذ الاذہان کے ماتحت شائع ہوا کریگا۔

ترسیل زر و درخواستیں بنام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک انکشاف

جس کا یاد رکھنا آپ کے لیئے اشد ضروری ہی۔

الٰہی میں کیوں کر کروں شکر تیرا
تو خالق میں مخلوق۔ ہے فرق اتنا
کئے فضل تو نے ہیں مجھ پر تو لاکھوں
کروں کس طرح شکر پھر تیرا مولے
قلم جس لیئے میں نے اَب ہے اُٹھالی
مرادیں ہمیشہ تو بر لانے والا
مراد اس سے ہے جو وہ کردے تو پوری

تو واحد یگانہ میں بندہ ہوں تیرا
زمیں اور سما میں ہے ذرّے کا جتنا
ہے چہرہ بھی دیکھا تیرا اپنی آنکھوں
میں عاجز ہوں گندہ اور بندہ تیرا
تو واقف ہے اس سے جو اس میں بھلائی
جو مانے تجھے اس کا غم کیا نیوالا
تو قادر توانا ہے۔ بندہ حضوری

خداتعالیٰ کے احسان و کرم سے مفرح عنبری کی نسبت اب مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہین رہی کہ اُس نے ہندوستان بھر میں اور اس کے باہر اپنے لیئے کیا اثر پیدا کیا ہی اور اشتہاری ادویات سے بدظن شدہ طبیعتوں کو کس طرح اپنا گرویدہ بنالیا ہے کیونکہ یہ کوئی راز سربستہ نہیں ٹھگی نہیں اور آپ سے پوشیدہ بھی نہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے ابھی تک خود اس کو استعمال نہیں کیا تو کم سے کم اس کے لیئے تعریف سے بھرے ہوئے الفاظ آپ کے کسی دوست کی معرفت۔ رشتہ دار یا ہمسایہ کے ذریعہ۔ اپنے حاکم یا محکوم کی طفیل آپ کے کان تک ضرور پہونچ چکے ہون گے۔ کیوں کہ ہندوستان بھر میں کوئی جگہ جغرافیائی حیثیت سے ایسی نہیں رہی جہاں اس کے زود اثر ہونے اور اپنے وقت کی بے مثل چیز ہونیکا چرچا نہو۔ اس لئے اس کے متعلق مین زیادہ آپ سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

اب مجھے جو کچھ آپ سے کہنا ہی وہ یہ ہے

کہ جب بعض نادان بھائیون نے مفرح عنبری کی بے طرح ملک میں قبولیت دیکھی تو اکثروں کے پیٹ میں حسد کے مارے گدگدی ہونے لگی اور بعض نے یہاں تک کوتہ اندیشی سے کام لیا کہ بیرونجات کے سادہ لوح لوگوں کو دہوکہ میں ڈالنے کے لئے ہماری اشتہار کے اکثر حصہ کی بعینہ نقل ہی کردی اور اس طرح نام کے تھوڑے سے تغیر و تبدل سے اشتہار جاری کردئے اور اس طرز سے اشتہار لکھے کہ دیکھنے والا سرسری نظر میں معاًیہی سمجھے کہ یہ وہی چیز ہے۔ جس کی ہم ہمیشہ تعریف اور چرچا سُنا کرتے ہیں اور بعض نے شروع ہی سے یہ بھی لکھدیا۔ کہ اب اس کی قیمت نصف یا چہارم کی جاتی ہے۔ حالانکہ اصلی قیمت والا اشتہار ان کے نام سے دنیا مین کبھی آیا ہی نہ تھا۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خداتعالیٰ اپنے رحم سے ان کی حالت کی اصلاح فرماوے تا یہ لوگ اس بُت پرستی سے باز آوین اور سمجھین کہ رزاق صرف وہی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔

اِن اشتہاروں سے یہاں تک لوگوں نے دہوکہ کھایا۔ کہ:۔

بعض لوگوں کے خطوط ہمارے پاس پہنچے کہ آپ کا اشتہار نصف قیمت فلاں جگہ سے یا فلاں اخبار سے ملا ہی لہذا آپ مہربانی کرکے اتنی ڈبیہ بھیجدین تب اُنکو جواب لکھے گئے کہ آپ نے دہوکہ کھایا ہے ہمارا اشتہار کوئی ایسا نہین نکلا اور نہ ہمیں مفرح عنبری جیسی قیمتی دوائی کا بالاندازہ خرچ و محنت ایسی اجازت ہی دیتی ہیں کہ ہم اس کو نصف قیمت پر دے سکیں

خیر! آمدم بر سر مطلب

اب اِس نوٹس کے پڑھنے سے آپکو مذکورہ بالا علم تو ہوگیا ہی اب اگر کوئی اشتہار اِس قسم کا آپ کی نظر سے گزریگا تو یقیناً آپکو معلوم ہوجائے گا کہ یہ اشتہار کس کی نقل ہی اور اِس اشتہار دینے والے کا کیا منشاء ہے۔

یہ ہم آپ کو ہرگز منع نہیں کرتے۔

کہ آپ انکی دوائی نہ خریدیں یہ آپکا اختیار ہی اور خداتعالیٰ سب کا رزاق ہی یہ امر تو خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں کی قسمت پر منحصر ہے جیسا کسی کا عوض ہوگا ویسا ہی اس کا معاوضہ پائیگا۔

بالآخر میں ایسے لوگوں کی بھلائی کے واسطے ایک نصیحت کرتا ہوں۔

کہ اے خدا کے بندو! کامیابی کا یہ طریق نہیں جو تم نے اختیار کیا ہی کامیاب بننا چاہتے ہو تو رزاق خدا کی ہستی پر ایمان لاؤ اور کسی کامیاب شخص کی وہ راہ اختیار کرو جس سے وہ کامیاب ہوا ورنہ خالی اشتہاری چوری اور ہیر پھیر سے سوائے خسران کے کچھ نصیب نہ ہوگا اور عاقبت ناحق برباد ہوگی۔

مثال کے طور پر تمہین ایک نظیر بتا دیتا ہوں

اس کے بعد بھی اگر نہ سمجھو تو پھر تمہین بحوالہ خدا کرتا ہوں (وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَام) دیکھو اور سوچو کہ جب سردار میا سنگھ نے ممیرے کا سرمہ ایجاد کیا تو اس سے پہلے جہانتک میرا علم ہی دنیا مین اس نام کا کوئی سرمہ موجود نہ تھا مگر جب دنیا نے اُسے کامیاب ہوتے دیکھا تو اب قریباً ہر ایک اشتہار میں ممیرے کا سرمہ موجود ہی مگر تم ہی خدارا سوچ لو کہ کون کامیاب ہوگیا اور وہ سرمہ کونسا ملا و غیر کرو اگر تم نے کسی مکر وحیلہ سے یا منت سماجت سے یا کسی کی خوشامد و لجاجت سے کسی کو ہمخیال بھی بنالیا تو مت سمجھو کہ کامیابی اسی میں ہے مانا کہ تم دنیاوی بادشاہت کی قانون کی زد سے بچ سکتے ہو لیکن احکم الحاکمین کے قانون کے پنجہ سے رہائی نہین پاسکتے کیونکہ وہ دل کی بھیدوں اور نہاں درنہاں اسرار سے واقف ہے۔

اب ناظرین سے میری اک عرض یہ ہے۔

کہ کم سے کم آپ اس دہوکہ میں کبھی نہ آوین کہ کبھی کوئی اشتہار دیکھیں خواہ وہ ہماری اشتہاروں سے کیسا ہی ملتا جلتا ہو یا مفرح عنبری کے نام سے کیسا ہی قریب ہو تو یہ سمجھ لین کہ وہ اور مفرح عنبری ایک ہی چیز ہی بلکہ یہ سمجھیں کہ اشتہار دینے والے کی اپنی خاص صنعت ہے۔ پھر خریدو یا نہ خریدو۔ یہ آپ کا اختیار ہے اور مفرح عنبری کے لئے ہمیشہ اس نام اور پتہ کو یاد رکھیئے۔

حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری کارخانہ رفیق الصحت **لاہور** کیونکہ اس کا ایجاد کرنیوالا یہی خاکسار ہی اور ہندوستان مین کامیاب ہونیوالی بفضلہ یہی دوائی ہے۔ جس کا نام **مفرح عنبری** ہے۔ مورخہ ۱۸۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

بدر پریس قادیان مین میان معراج دین عمر پروپرائیٹر کیلئے چھاپا گیا۔